مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ
فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج (سورة النحل، آیت ۹۷)

وعظ

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم

حضرت کا یہ وعظ ۱۰/صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۱۹۹۶ء کو
جناب حافظ اسماعیل صاحب کے مکان پر باٹلی یو۔کے میں ہوا

عنوانات	صفحات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج

(سورۃ النحل، آیت ۹۷)

(طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم)

محترم خواتین! اللہ تعالیٰ کا فضل اوران کا احسان ہے کہ دین کی نسبت پرانہوں نے اپنی اورحضرت نبی پاک ﷺ کی باتیں سننے کیلئے ہمیں جمع ہونے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پرہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، الحمدللہ علی احسانه۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت پرجب کوئی شکرادا کریں تواللہ تعالیٰ اس نعمت کو بڑھاتے ہیں، دین کی باتیں سننا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ دین کی باتیں معلوم کرنا جیسے مرد کیلئے ضروری ہے ایسے ہی عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے، جیسے مردحضرات دین پر چلنے کے مکلّف ہیں، ویسے ہی عورتیں بھی مکلّف ہیں۔ ان کی بھی ذمّہ داری ہے کہ وہ دین پرچلیں اوردین کی باتیں معلوم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جواحکامات بیان فرمائے ہیں، نبی پاک ﷺ کی جوسنّتیں ہیں ان کو ہم معلوم کریں، اس لئے کہ جب مردوں کے پاس اورعورتوں کے پاس دین کی معلومات ہوگی، دین کا علم ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ایک نہ ایک دن اس علم پر وہ عمل کرینگے۔ اس لئے دین کی معلومات کا ہونا، دین کا علم ہونا یہ اسلام کی تعلیمات میں سے ہیں، اورجن جن باتوں کی مردوں کو اورعورتوں کو ضرورت پڑتی ہے ان باتوں کا جاننا مردوں پراورعورتوں پرضروری ہیں۔

ہمارے اکابرین فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہی فرض ہے جیسے دین کے اوراحکام فرض ہیں، اورجو چیزشریعت میں فرض ہواس کو آدمی حاصل نہ کرے تو گنہگار رہوتا ہے۔ اس کے نہ معلوم کرنے پراللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی عذرسنا نہیں جائے گا، اگرقیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ دین کی فلاں بات پرعمل کیوں نہیں کیا تھا، تو کوئی مرد یا عورت یہ کہہ دے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا، تواس کا یہ ریزن (Reason) اسکیوز (Excuse) اس کا یہ جواب اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ دین کی اہم اہم اورضروری باتوں کا جاننا مردوں اورعورتوں پرفرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ ارشادفرماتے ہیں:

''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم او کماقال'' ''دین کی باتوں کا جاننا یہ **مسلمان مرد اور مسلمان عورت** پرفرض ہے''۔ (طبرانی، جلد۱۰، ص۲۴۰، وجواہرالاحادیث، ص۴۲۵)

مردوں کے علم حاصل کرنے کے ذرائع

دین کا علم حاصل کرنے کیلئے جیسے مردوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے انتظامات فرمائے ہیں، بہت سی آسانیاں پیدا فرمائی ہیں کہ مردحضرات اس سے بہت سا علم حاصل کرلیتے ہیں۔ مثلاً مسجد کہ اندر وقتاً فوقتاً علماء کرام کی تشریف آوری ہوتی ہیں ان کے بیانات ہوتے ہیں، ہندوستان سے پاکستان سے اور دوسری جگہوں سے علماء کرام تشریف لاتے ہیں توان کے ذریعہ بیانات سنتے رہتے ہیں۔ اسی طریقے سے تبلیغی جماعت آتی رہتی ہیں ان کی باتیں مسجد میں ہوتی ہیں تواس طریقے سے بھی مردحضرات دین کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اسی طریقے سے مکتب کے اندر، مدرسہ اوردارالعلوم کے اندرداخل ہوتے ہیں اورعلم حاصل کرتے ہیں، عالم بنتے ہیں۔

عورتیں کیسے علم حاصل کریں؟

لیکن اس کے بالمقابل ہمارے اس ماحول کے اندرعورتوں کو بہت کم موقع ملتا ہے، بہت کم وقت ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسے مدرسے جس میں بڑی عورتوں کو پڑھایا جائے اس کا انتظام نہیں ہے، اگرانتظام ہے تو وہ پندرہ سے بیس سال کی لڑکیوں کیلئے ہے، ان کیلئے دارالعلوم ہے، لیکن جوعورتیں بڑی عمر کی ہیں پچیس (۲۵) سال تیس (۳۰) سال یااس سے بھی زیادہ کی توان کیلئے ایسا کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا کہ جہاں جاکر وہ علم حاصل کریں، توان عورتوں کیلئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جن کی مشہور کتاب ''بہشتی زیور'' ہے، انہوں نے ارشادفرمایا ہے کہ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے شوہر کے ذریعہ سے، اوراگرغیرشادی شدہ ہے تو

اپنے باپ کے ذریعہ سے علم حاصل کرے، اور اگر شادی شدہ ہے تو شوہر کو پوچھتی رہے کہ یہ مسئلہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ کیسے اس پر عمل کرنا چاہئے؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ یہ سب سے آسان طریقہ ہے، لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ ہر عورت کا شوہر پڑھا ہوا نہیں ہوتا، عالم نہیں ہوتا، یا دین کی صحیح معلومات اس کے پاس نہیں ہوتی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورت اب کس کو پوچھے؟ تو چاہئے کہ وہ عورت اپنے شوہر کو کہے کہ مسجد کے جو عالم ہے، امام صاحب ہے یا یہ کہ جس عالم کے اوپر ان کو اعتماد ہو اس عالم کے پاس اپنے شوہر کو بھیج کر مسئلہ پوچھتی رہے، اور پھر اس کے اوپر عمل کرے۔ لیکن یہاں کے ماحول کے حساب سے اس صورت میں بھی پریشانی پیش آسکتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر مرد حضرات کام پر ہوتے ہیں، ان کے پاس اتنا زیادہ وقت نہیں ہوتا، یا پھر یہ کہ شوہر کو وقت تو ملتا ہے لیکن دین کی معلومات حاصل کرنے کا اتنا شوق نہیں ہوتا، اور وہ دین کی بات کسی کو پوچھنے کیلئے تیار نہیں ہوتے، جب وہ پوچھتے نہیں ہیں کسی عالم کو تو پھر وہ صحیح بات اپنی عورتوں کو بتا بھی نہیں سکتے۔

حکیم الامتؒ کی ایک تجویز

اگر ایسا ہے کہ اس کا شوہر کسی عالم کے پاس نہیں جاتا تو پھر ایسی صورت میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی گھر کے اندر عورتیں جمع ہوجائیں (یہ بات اور یہ طریقہ حضرت حکیم الامتؒ نے پچاس ساٹھ سال پہلے ہندوستان میں بیان فرمایا تھا) کہ کسی مکان کے اندر جہاں وہ مناسب سمجھیں وہاں خواتین جمع ہوجائیں، اور وہاں کسی عالم کو (ایسے عالم کو کہ جن کی باتوں سے عورتوں کو فائدہ ہوتا ہے) جو دین کی بات کو آسان انداز میں پیش کرسکتا ہے اس کو بلالیں، اور وہ وہاں آکر بیان کردیں۔ خواتین ان باتوں کو غور سے سنیں اور پھر اس پر عمل کریں، یہ طریقہ بھی حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے۔ (اگر ایسا ہے کہ کوئی ایسی بستی ہے، ایسا علاقہ ہے کہ جہاں کوئی معتبر اور دین کی صحیح بات بتانے والا کوئی عالم نہیں ہے تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ عورتیں پیسے جمع کرکے دوسرے گاؤں یا دوسرے علاقہ سے عالم کو بلائیں، ان کے آنے جانے کا پورا خرچہ دیں، اور اس طریقہ سے دین کا علم حاصل کریں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ دین کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنا کتنا ضروری ہے۔)

علم امام ہے اور عمل مقتدی ہے

لیکن الحمدللہ، ہمارے یہاں تو ایسی صورتِ حال نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے یہاں بہت سے علماء کرام موجود ہیں، اور وہ دین کی باتیں پھیلانے میں مشغول ہیں۔ تو بہر حال، پتہ یہ چلا کہ دین کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اگر علم نہیں ہوگا تو پھر عمل کیسے کرینگے؟ مثال کے طور پر نماز ایک بہت بڑی عبادت ہے، ہر مسلمان عاقل بالغ کے اوپر روزانہ دن میں پانچ مرتبہ اس کا ادا کرنا ضروری ہے فرض ہے۔ تو نماز کے ضروری مسائل کا علم ہونا یہ بھی ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے فرض ہے کہ کونسی ایسی چیزیں ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ اور کونسی ایسی چیزیں ہیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اور کونسی ایسی باتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے نماز کو لوٹانا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح نماز سے پہلے وضو کرنا فرض ہے۔ چاہے مرد ہو یا عورت۔ وضو کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دیا ہے۔

يَآاَيُّهَا لَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَ الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْابِرُؤُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورة المائده ، آیت ٦)

''اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ، اور اپنے ہاتھوں کو بھی (دھوؤ) کہنیوں سمیت، اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور (دھوؤ) اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔

اب آدمی وضو کرے اس سے پہلے اس کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وضو کا کیا طریقہ ہے؟ وضو میں کتنے فرض ہیں؟ کتنی سنتیں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اب ایک مسلمان کو ان چیزوں کا علم ہوگا تو اس کا وضو صحیح ہوگا۔ اور اگر اس کو اس چیز کا علم ہی نہیں ہے اور اس نے وضو کے فرائض میں سے کسی فرض کو چھوڑ دیا تو اس کا وضو ہی نہیں ہوگا، اور جب وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی، اور جب نماز نہیں ہوگی تو گناہ ہوگا نماز نہ پڑھنے کا، تو یہ سب کیوں ہوا؟ دین کی باتوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے۔ تو معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنا یہ بہت ضروری ہے، اور جیسا کہ اوپر

ذکر کیا وضو کا حکم خود قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ اور وضو میں چار چیزیں فرض ہیں (۱) چہرے کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ یہ چیزیں فرض ہیں، پھر اس کے بعد وضو میں سنتیں بھی ہیں، اس کا بیان کتابوں میں موجود ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ تو وضو میں چار چیزیں فرض ہیں، یہ چیزیں مکتب میں چھوٹے بچوں کو بھی سکھائی جاتی ہیں، ان چیزوں کا کسی کو معلوم ہوجانا یہ بھی بہت بڑا علم ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا وضو صحیح ہوگا، ورنہ اگر کسی کو معلوم نہیں اور معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے صحیح طور پر پاؤں نہیں دھویا، یا یہ کہ ایک ہی ہاتھ دھویا، یا یہ کہ مسح ہی نہیں کیا تو اس کا وضو ہی نہیں ہوا، اور جب وضو نہیں ہوا تو اس سے پڑھی ہوئی نماز بھی نہیں ہوئی، تو ایسا آدمی نماز پڑھ کر بھی بے نمازی ہی رہا۔ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ ایک مرتبہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے وضو کیا (اور کوئی جلدی ہوگی، کسی اہم کام سے جانا ہوگا) تو پاؤں کا جو پچھلا حصّہ ہے جس کو ایڑی کہتے ہیں وہ ایڑی خشک رہ گئی، پانی وہاں نہیں پہنچا، جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ: ”ویل للاعقاب من النار “ (طحاوی شریف، جلد۱، ص۲۳، شمائل کبریٰ، جلد۶، ص۱۴۴)

ترجمہ ”ایڑیوں کے خشک رہ جانے والوں پر جہنم کی ہلاکت ہے (ویل، یہ جہنم کی ایک آگ (عذاب) کا نام ہے یا جہنم کی ایک گھاٹی کا نام ہے) تو آپ ﷺ نے اس آگ میں جلنے کی وعید بیان فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ ایڑی پر بھی توجہ کے ساتھ پانی پہنچانا چاہئے، بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جلدی جلدی وضو کرتا ہے یا تو اس وجہ سے کہ اس کے پاس وقت کم ہے اس کو کہیں کام سے جانا ہے، یا اس وجہ سے کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، یا کسی اور وجہ سے آدمی جلدی جلدی وضو کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے پورے چہرے پر پانی نہیں پہنچ پاتا ہے، یہاں یہ بات بھی یاد رکھے کہ چہرے اور کان کے درمیان کا جو حصّہ ہے وہ بھی چہرے میں داخل ہے (جس کو کن پٹّی کے پاس کا حصّہ کہتے ہیں) وہاں بھی پانی پہنچانا پڑے گا، اسی طریقہ سے یہ تھوڑی جس کو انگریزی میں (Chin) کہتے ہیں وہاں بھی وضو کے اندر پانی پہنچانا ہے، تو چہرہ پورا دھونا ہے، اور اس کی حد یہ ہے کہ پیشانی کے بال کے اگنے کی جگہ سے لیکر تھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دورے کان کی لو تک، اور اسی طریقہ سے دونوں ہاتھ کہنی سمیت ایسا نہ ہو کہ کہنی خشک رہ جائے۔ اور اس طریقہ سے پانی پہنچائے کہ ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ اسی طریقہ سے مسح ہے چوتھائی سر کا مسح کرنا یہ تو فرض ہے، اور پورے سر کا مسح کرنا یہ سنت ہے، اور بغیر عذر کے سنت کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ پھر دونوں پاؤں ہیں اخیر میں تو دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے، اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کا جو حصّہ ہے وہاں بھی پانی اچھی طرح پہنچائے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، اگر کوئی جگہ خشک رہ گئی اور پانی اچھی طرح نہیں پہنچا سکے چاہے وہ خشک رہنے والی جگہ بال کے برابر ہے تو بھی وضو نہیں ہوگا۔ اور وضو نہیں ہوا تو اس سے جو نماز پڑھی ہے وہ بھی نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنا کتنا ضروری ہے۔ اگر ہم نے صحیح علم حاصل نہیں کیا تو عمل صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے فرمایا گیا کہ ”علم امام ہے اور عمل مقتدی ہے“ جیسے امام مسجد میں نماز کیلئے آگے ہوتا ہے، اور وہاں موجود حضرات کی نمائندگی کرتا ہے، اور وہاں موجود حضرات اس کی اتباع کرتے ہیں کہ امام اللّٰہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہتا ہے، تو مقتدی حضرات بھی اللّٰہ اکبر کہتے ہیں، امام صاحب رکوع میں جاتے ہیں تو مقتدی حضرات بھی رکوع میں جاتے ہیں، امام صاحب سجدے میں جاتے ہیں تو مقتدی حضرات بھی سجدے میں جاتے ہیں امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو مقتدی حضرات بھی سلام پھیرتے ہیں، تو غرض یہ کہ امام صاحب کا نماز میں اتباع کیا جاتا ہے، تو ایسے ہی علم جو ہے یہ امام ہے اس کا اتباع، اقتداء (Follow) کیا جاتا ہے، اور اس کے مطابق پھر عمل کیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ ضروری چیزوں کا علم حاصل کرنا سب مسلمانوں کیلئے جو عاقل و بالغ ہیں ان پر فرض ہے۔

اسی طرح غسل کا معاملہ ہے کہ بدن ناپاک ہو تو غسل کرنا یہ بھی ضروری ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، اور اس طرح غسل کیا جائے کہ بدن کا کوئی بھی حصّہ ایک بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے، بلکہ پورے بدن کے ہر ہر حصّہ پر پانی پہنچ جائے یہ ضروری ہے، ورنہ تو غسل ہی نہیں ہوگا، غسل صحیح ہوگا تو وضو صحیح ہوگا اور اس سے کی ہوئی عبادات بھی صحیح ہوگی، لہٰذا علم کا حاصل کرنا یہ ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ایک جگہ

ارشادفرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ

(سورة تحریم، آیت ٦)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ‘‘ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچانا یہ تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن اپنے گھر والوں کو، بیوی بچوں وغیرہ کو کیسے جہنم کی آگ سے بچائیں؟ تو اس کے جواب میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کو علم سکھاؤ۔ تو ہم اپنے گھر والوں کو دین کا علم سکھائینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ علم کی روشنی میں عمل کرینگے اور اس طرح اپنے آپ کو وہ جہنم کی آگ سے بچائیں گے۔

نماز کی پابندی پر پانچ قسم کے انعامات

اب دیکھئے، ایمان کے بعد سب سے مقدم اور سب سے پہلا درجہ جس چیز کا ہے وہ نماز ہے، اور حدیث پاک میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کی اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز کو قائم کرنا (۳) صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرنا (۴) استطاعت ہو تو حج کرنا، (۵) اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا (رواہ البخاری ومسلم، عن عمرؓ، فضائل اعمال، فضائل نماز) تو نماز یہ ایک بہت بڑی عبادت ہے اور یہ ہر مسلمان پر جو عاقل بالغ ہو چکا ہے مرد ہو یا عورت اس پر (اس کا) ادا کرنا یہ فرض ہے، اور اس کو ادا کرنے پر اللہ رب العزت نے بڑا ثواب رکھا ہے، اور اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ پانچ قسم کے انعامات عطا فرماتے ہیں۔

بہت سارے مسلمان ہیں، جو الحمد للہ، پانچوں وقتوں کی نمازیں پابندی کے ساتھ صحیح طریقے پر پڑھتے ہیں، اگر ان کو یہ فضیلت بھی معلوم ہو جائے کہ ان کے اس عمل پر اللہ تعالیٰ انہیں پانچ قسم کے انعامات عطا فرمائینگے تو ان کو کتنی خوشی ہوگی، اور وہ سوچینگے کہ ہم پانچ وقت کی نمازیں تو پڑھتے ہی تھے لیکن یہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے انعامات بھی مل رہے ہیں، وہ پانچ انعامات یہ ہیں (۱) پہلا انعام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی کی تنگی کو ہٹا دینگے، اس کی روزی میں برکت ڈال دینگے، آج کتنے لوگ ہیں جو بیچارے کماتے بھی ہیں تنخواہ (Wages) بھی اچھی ہے، لیکن وہ بتلاتے ہیں کہ حضرت پتہ نہیں کیوں پورا ہفتہ (Week) ختم ہونے سے پہلے ہی وہ سارے پیسے ختم ہو جاتے ہیں، تو وہ کما بھی رہا ہے، لیکن برکت نہیں ہے اور برکت جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے، برکت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ مدرسہ یا مسجد میں مل رہی ہو کہ اس کو خرید کر لے آئیں، بلکہ برکت تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورے کرنے سے آتی ہے، مرد حضرات کو اگر کوئی عذر نہیں ہے تو پانچوں وقت کی نمازیں مسجد ہی میں پڑھیں، اگر کوئی عذر ہے تو گھر میں پڑھیں لیکن نماز کو ترک نہ کریں، اور ماں بہنیں اپنے اپنے گھروں میں پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں، تو اس سے انشاء اللہ تعالیٰ گھروں میں برکتیں نازل ہوگیں۔ اور برکت کے تین مفہوم ہے، (۱) برکت کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس کی جتنی کمائی ہے اس سے اس کے گھر کا سارا خرچہ نکل جائے گا۔ (۲) اور برکت کا دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس کے تھوڑے پیسے میں اس کے بہت سارے کام ہو جائیں گے۔ (۳) اور برکت کا تیسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے پیسے کے صحیح استعمال کی توفیق دیں گے، مثلاً اس کو فضول خرچی سے بچالیں گے، اور جو چیزیں اس کے کام کی نہیں ہے اس کے خریدنے سے اس کی حفاظت فرمائیں گے، تو اگر ہم نمازوں کا اہتمام کریں گے، اور اس فضیلت کو دھیان میں رکھیں گے تو اس سے ہمیں بڑا فائدہ ہوگا، لہٰذا ہم ان فضیلتوں کو دھیان میں رکھیں، فضیلت دھیان میں رکھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے عمل کا جذبہ اور عمل کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی بہن کو معلوم نہیں تھا کہ نماز کی اتنی بڑی فضیلت ہے، اور نماز کے اوپر اللہ تعالیٰ نے روزی کی تنگی کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو اس فضیلت کو سن کر نماز پڑھنے والی بن جائے گی کہ اللہ تعالیٰ تو پابندی سے نماز پڑھنے پر روزی کی آسانی کا وعدہ فرما رہے ہیں۔ اسی لئے ہمارے اکابر یہ فرماتے ہیں کہ عمل کی فضیلت بھی بیان کروتا کہ مسلمانوں کے دلوں میں عمل کا شوق پیدا ہو۔

لہٰذا آپ بہنوں سے یہ گذارش ہے کہ ہمارے یہاں جمعرات کو چھوٹا بھائی ماکڈا کے یہاں عورتوں میں تعلیم ہوتی ہے وہاں فضائل کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں، وہاں بھی پہنچنے کی کوشش کرے اگر مجبوری نہ ہو، بعض مرتبہ مجبوری ہوتی ہے نہیں پہنچ سکتے وہ اور بات ہے، لیکن اگر مجبوری نہیں ہے تو وہاں پہنچنا چاہئے۔ گھنٹہ، پون گھنٹہ، وہاں تعلیم ہوتی ہے، اگر عورتیں وہاں حاضر ہوں گی اور فضیلت کو سنیں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے عمل کا شوق پیدا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت

چنانچہ برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی کتاب فضائلِ ذکر میں لکھا ہے کہ جس گھر کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دین کی ساری باتیں شامل ہیں مثلاً ابھی یہاں جو دین کی باتیں ہو رہی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہو رہا ہے تو وہ گھر آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسا کہ زمین والوں کیلئے ستارے چمکتے ہیں، تو دیکھئے، یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ جس گھر میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا تذکرہ ہوتا ہے وہ گھر آسمان میں چمکتا ہے، اور آسمان میں کون ہوتے ہیں، فرشتے ہوتے ہیں، تو وہ گھر کتنا خوش نصیب ہے جو آسمان میں چمکتا ہے۔ (فضائل اعمال، فضائل ذکر)

اور روایت میں آتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہاں فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور فرشتے وہ مخلوق ہیں جو نور سے پیدا ہوئے ہیں، اور جو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے وہ مخلوق وہاں جمع ہو جاتی ہیں، فرشتوں کی وجہ سے وہاں اطمنان نازل ہوتا ہے، فرشتے اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں، اور جب دین کی مجلس ختم ہوتی ہے تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں داخل ہوتے ہیں) اور مجلس کی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ جیسے ہم کہیں باہر گئے ہوتے ہیں اور وہاں سے واپس آتے ہیں تو وہاں کے حالات سناتے ہیں، تو ہماری یہ مجلس بھی جس میں دین کی باتیں ہو رہی ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اس مجلس میں فرشتے بھی جمع ہیں، اور جب ہماری یہ مجلس ختم ہوگی تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونگے، جب وہ حاضر ہونگے تو اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں، سب کچھ جانتے ہیں پھر بھی سوال کرتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے؟ مثال کے طور پر یہ باٹلی ہے تو وہ کہیں گے فلاں جگہ سے جہاں آپ کا ذکر ہو رہا تھا وہاں سے ہم آئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ کیا ان لوگوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں، انہوں نے تو آپ کو نہیں دیکھا، اور واقعی ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی جگہ تو آخرت ہے، اس آنکھ کے اندر اس دنیا میں وہ طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے۔ البتہ آخرت میں ان آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاقت ڈال دی جائے گی پھر یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے گی، اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے فضل وکرم سے اپنا دیدار نصیب فرمائیں، آمین۔ جب فرشتے یہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ تب تو وہ اور آپ کا ذکر کرتے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں وہ کیا چیز مانگ رہے تھے، فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان لوگوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں! انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اور ہم نے واقعۃً جنت کو نہیں دیکھا، ہم تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے ہیں، اور نبی کریم ﷺ نے جنت کو دیکھا ہے، اور امت کو بتلایا ہے، تو ہمارا ایمان ہے جنت بھی ہے اور جہنم بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تب تو وہ اور اس کو طلب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے، تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں! انہوں نے دوزخ کو تو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیتے تو اور بھی زیادہ دوزخ سے پناہ مانگتے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جاؤ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔

تو دیکھئے، یہ ہے دین کی باتیں سننے کی فضیلت کہ ابھی تو دین کی صرف باتیں سننے آئے ہیں، ابھی عمل بھی نہیں کیا، لیکن جب یہ مجلس ختم ہوگی، اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونگے تو جیسا کہ میں نے اوپر روایت کا مفہوم بیان کیا اس کے مطابق انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ تمام حاضرین کی مغفرت فرمادینگے۔ پھر آگے

روایت میں ہے کہ فرشتے عرض کرینگے کہ یا اللہ! اس مجلس میں کوئی (ایک) شخص ایسا بھی تھا جو اپنے کام سے آیا تھا ، دین کی بات سننے کا ارادہ نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو بیٹھے ہوئے لوگ ہیں میں نے ان کی برکت سے اس آدمی کی بھی (جو اپنے کسی کام سے آیا تھا) اس کی بھی مغفرت فرمادی۔ (رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرہؓ) تو یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

توبہ کا اہتمام کریں

اسی طرح ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہیں، رات کی تنہائی میں اللہ سے توبہ کریں، نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں، اسلئے کہ توبہ سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، اگرچہ آدمی نے ایسے گناہ کرلئے ہوں کہ جن گناہوں کے کرنے پر شریعت میں جہنم میں جانیکی وعید ہے، چاہے وہ گناہ جان بوجھ کر کئے ہوں یا بھولے سے ہوگئے ہوں، توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اتنے گناہ کئے ہوں کہ وہ زمین سے لیکر آسمان تک پہنچ جائیں، مثلاً ہم ایک پیالہ (Bowl) لیں اور اس میں چھوٹے چھوٹے کنکر ڈالتے رہیں، اور اتنے ڈالیں کہ زمین سے لیکر آسمان پورا بھر جائیں۔۔ (حالانکہ اتنے گناہ کوئی نہیں کرسکتا، لیکن اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بتلانا ہے کہ بندوں پر کتنے رحم کرنے والے ہیں) اور پھر وہ سچے دل سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں

کسی کو طعنہ نہ دیں

اس لئے کبھی کسی مسلمان کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، اس کو یہ طعنہ نہیں دینا چاہئے کہ یہ تو نماز نہیں پڑھتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام پر نہیں چلتا (اگرچہ یہ بات ظاہری طور پر صحیح بھی ہو) اس لئے کہ کیا پتہ اس نے رات میں یا دن میں کبھی توبہ کرلی ہو، اور اس کے گناہ معاف ہوگئے ہو، ہمیں تو کوئی پتہ نہیں ہے اسلئے کہ توبہ کرنے کیلئے کسی کی شہادت کی اور کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی مرد نے یا عورت نے تنہائی میں سچے دل سے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیتے ہیں، اور وہ آدمی گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کبھی اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ

''التائب من الذنب کمن لاذنب لہ او کماقال علیہ الصلوٰۃ والسلام '''' گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں' حالانکہ اس نے تو بالغ ہونے کے بعد اتنے گناہ کئے کہ جس کی کوئی حد نہیں، لیکن جب اس نے سچے دل سے توبہ کرلی تو اس کے سارے گناہ ختم ہوگئے، یہاں تک کہ اس کے نامۂ اعمال کا جو رجسٹر ہے اس میں سے بھی اس کے گناہوں کو مٹادیا جاتا ہے۔

توبہ کے شرائط

اب یہ کہ توبہ کہتے کسے ہیں؟ اور اس کی کتنی شرائط ہیں؟

توبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو، اور توبہ کی تین شرطیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق میں، اور ایک شرط اور ہے بندوں کے حقوق میں، اس طرح کل چار شرطیں ہوئیں۔ (فضائل توبہ، ص۳) (۱) اللہ تعالیٰ کے حقوق میں پہلی شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اس گناہ سے الگ ہوجائے۔ ''ان یقلع عن المعصیۃ'' (۲) اور دوسری شرط یہ ہے کہ ''ان یندم علیھا'' کہ اس گناہ پر جو کئے ہیں دل میں ندامت پیدا ہو، مثلاً کسی کی کوئی قیمتی (Valuable) چیز گم ہوگئی ہو تو دل کے اندر کیسی تکلیف (Worry) ہوتی ہے کہ کبھی ادھر گھومتا ہے کبھی ادھر گھومتا ہے کہ میری قیمتی چیز گم ہوگئی اور سامنے والے کو اس کے چہرے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس کی کوئی قیمتی چیز گم ہوگئی ہے، تو کسی قیمتی چیز کے گم ہوجانے پر جو دل میں صدمہ ہوتا ہے ویسا ہی صدمہ اس کو اپنے کئے ہوئے گناہوں پر ہو۔ اور توبہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ (۳) ''ان تعزم عزماً جازماً ان لایعود الیھا ابداً'' کہ پکّا ارادہ کریں کہ میں آئندہ یہ گناہ نہیں کرونگا (۴) اور چوتھی شرط جو بندوں سے متعلق ہے اگر کسی نے کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے، یا کسی کی غیبت کی ہے، کسی کا مال لے لیا ہے وغیرہ وغیرہ، تو اگر وہ شخص جس کو ہماری وجہ سے

تکلیف پہنچی ہے وہ دنیا میں موجود ہے تو اس سے معافی تلافی کرلیں، اور اگر کوئی مالی حق اس کا ہمارے اوپر نکلتا ہے تو وہ اس کو دیدے، اور اگر وہ آدمی دنیا میں نہیں ہے تو اس کے لئے ایصالِ ثواب کریں اور وہ دنیا میں تو ہے لیکن کہاں ہے؟ یہ معلوم نہیں ہے اور اس کا ہم پر مالی حق نکلتا ہے تو اس رقم کو غریبوں صدقہ کردیں، یہ توبہ کی شرائط مکمل ہوئیں، اس کا نام ہے توبہ

توبہ کا طریقہ

ہمارے حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ نے شریعت وتصوف میں لکھا ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے اچھا یہ ہے کہ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھے، یہ نفل نماز ہے، جس وقت میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے اس وقت میں دو رکعت پڑھے یہ ایک اچھا طریقہ ہے، کوئی ضروری نہیں ہے، اور دو رکعت پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کریں، اور پہلے اللہ کی تحمید کریں پھر درود شریف پڑھیں اور دعاء میں خوب عاجزی کریں، اور اپنے دل میں پچھلے گناہوں پر ندامت کریں، اور آئندہ نہ کرنے کا پکّا ارادہ کریں، اور توبہ کرنے کیلئے نہ مسجد میں جانے کی ضرورت ہے نہ کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت ہے، اور جب آدمی توبہ کرلے گا اور راہِ راست پر آجائے گا تو یہ لوگوں کو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ اس نے توبہ کرلی ہے۔

توبہ سے گناہ تو معاف ہوجاتا ہے، لیکن ادائیگی باقی ہے

ہمارے اسلاف میں بعض لوگوں کے ایسے واقعات موجود ہے کہ وہ گناہوں بھری زندگی گذارتے تھے، لیکن جب توبہ کی اور اس پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ کے ولی بن گئے۔ چنانچہ ایک بزرگ گذرے ہیں خواجہ فضیل بن عیاضؒ یہ تبع تابعین میں سے ہیں، ان کی پہلے کی زندگی ایسی تھی کہ لوگوں کے گھروں پر جاکر ڈاکہ ڈالتے تھے، مسلمان تھے لیکن غفلت اور گناہوں والی زندگی تھی کہ لوگوں کے مال کو لوٹ لیتے تھے اور یہ کام گناہِ کبیرہ ہے، تو یہ ڈاکہ ڈالتے تھے لوگوں کے مال پر، بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی، لہٰذا گناہوں سے سچی توبہ کی، اور جن لوگوں کا مال لوٹا تھا وہ سب اس کے مستحقین کو پہنچادیا اور جس کی کوئی ایسی چیز لے لی تھی جو ختم ہوگئی تھی اب اس کو واپس نہیں کرسکتے تھے تو ان لوگوں سے معافی مانگ لی یا اس کے بدلے کوئی چیز دیدی۔ یہ بھی توبہ کا ایک طریقہ لکھا ہے کہ اگر کسی کی کوئی چیز جو لی تھی وہ ضائع ہوگئی تو اس کے بدلے اس کو کوئی اور چیز دیدی جائے، اسی طرح سے اگر کسی نے کسی کے پیسے لے لئے ہیں تو اب اس کو آہستہ آہستہ واپس لوٹائے اس لئے کہ توبہ کرنے سے وہ چوری کا گناہ تو معاف ہوجاتا ہے لیکن وہ چیز جو ہم نے لی ہے اس کو تو پہنچانی پڑے گی، وہ معاف نہیں ہوگی، اگر ایک ساتھ سب پیسے نہیں دے سکتے تو جیسے یہاں سسٹم ہے ماہانہ روپیہ دینے کا (Monthly Paymant) اس طریقے پر تھوڑا تھوڑا پہنچاتے رہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اگر کسی کی نماز چھوٹ گئی تو توبہ کرنے سے نماز وقت پر نہ پڑھنے کا گناہ تو معاف ہوجاتا ہے، لیکن نماز کی قضا کرنی پڑے گی، جس آدمی کی بھی بالغ ہونے کے بعد نماز چھوٹی ہے اس کے ذمہ اس کی قضا کرنی پڑے گی، لہٰذا اس کو پڑھنا شروع کردیں، تاکہ جلدی سے ہمارے ذمہ سے یہ اتر جائے، جلدی کا مطلب یہ ہے کہ روزانہ کم ازکم چھ نمازوں کی تو قضا کرلیں، یعنی پانچ فرض نمازیں اور چھٹی وتر واجب، جب ہم قضا کرنا شروع کردینگے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہماری ساری قضا نمازیں پوری کروادینگے، لہٰذا ہمت کریں ''کہ ہمتِ مرداں تو مددِ خدا'' ورنہ آدمی سوچتا رہے کہ میرے ذمہ تو دس سال کی قضا نمازیں ہیں میں اس کو کب پورا کرونگا؟ پوری ہوگی بھی یا نہیں؟ تو ایسا خیال کرنے سے پھر ہمت کم ہوجاتی ہے، لہٰذا جلدی سے چھوٹی ہوئی نمازیں پڑھنا شروع کردیں، پتہ نہیں کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے؟ میں نے نمازوں کا حساب کیا تو ایک مہینہ کی (تیس دن کے حساب سے) ایک سواسّی (۱۸۰) نمازیں ہوتی ہیں، جس نے ایک سواسّی نمازیں قضا کرلیں تو گویا اس نے ایک مہینہ کی نمازیں قضا کرلیں۔ چاہے تو یادداشت کے طور پر کاپی (Book) میں لکھتے بھی رہیں تاکہ یاد رہیں، اور جو بھی قضا نمازیں پڑھیں اس کی نیت اس طرح کریں کہ ''مثلاً میری سب سے پہلے فجر کی جو نماز قضا ہوئی تھی میں اس کی قضا کرتی ہوں'' یہ ایک مثال دی میں نے، ورنہ اگر ظہر کی نماز قضا پڑھ رہی ہے تو نیت کا طریقہ وہی ہے جو میں نے ابھی بتایا، ہاں اتنا ہے کہ وہاں میں نے فجر کا لفظ بولا، آپ ظہر پڑھ رہی ہے تو ظہر کی نیت کریں، عصر ہے تو عصر کی نیت

کریں وغیرہ وغیرہ، اور ہر مرتبہ قضا نماز کیلئے یہی نیت کرنا ہے، اور اگر کتاب میں دیکھنا چاہے نیت کا طریقہ تو ''بہشتی زیور'' میں قضا نماز کی نیت کا طریقہ لکھا ہوا ہے اس میں دیکھ لیں۔ بہشتی زیور کئی زبانوں میں چھپ چکی ہے، اردو، گجراتی، انگریزی تینوں زبانوں میں یہ کتاب موجود ہے جس کو جو زبان آتی ہو وہ اس میں دیکھ لیں۔ میں نے ایک جگہ بیان میں بہشتی زیور کا ذکر کیا تھا کہ وہ گجراتی میں موجود ہے تو ایک خاتون نے میرے اوپر یہ کہلا بھیجا کہ مجھے یہ کتاب آپ منگوا دیں تو میں نے منگوا دی، ڈیوز بری کے کتب خانہ میں یہ کتاب ملتی ہے اور آپکے گھر کے لوگ بھی ڈیوز بری آتے جاتے رہتے ہوں گے ان سے یہ کتاب منگوالیں، ڈیوز بری میں دو تین جگہ یہ کتاب ملتی ہے۔

ہر گھر میں بہشتی زیور ہونی چاہیئے

اور بہشتی زیور عورتوں کیلئے بہت اچھی کتاب ہے، روزانہ تھوڑا سا وقت نکال کر اس کو پڑھ لیا کریں، اس میں طہارت کے مسائل، وضو کے مسائل، غسل کے مسائل، نماز کے مسائل، وغیرہ موجود ہیں، لہٰذا اس کو مطالعہ میں رکھیں تا کہ مسائل سے واقفیت بھی ہو جائے۔ جہاں کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے اس پر نشان لگا دیں، اور پھر اس کو اپنے شوہر سے پوچھ لیں، ان کو معلوم نہیں ہوگا تو کسی عالم سے پوچھ لیں گے۔ یا پھر چاہے تو میرے گھر میری اہلیہ کو فون کر کے پوچھ سکتے ہیں، یا کوئی گھر آنا چاہے تو آ کر اہلیہ محترمہ کو پوچھ سکتے ہیں، وہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دیگی، تو یہ بہشتی زیور ایسی کتاب ہے جو خاص عورتوں کیلئے ہی لکھی گئی ہے، (اگر چہ اس میں بعض مسائل مردوں کے متعلق بھی ہیں) لیکن خاص یہ عورتوں کیلئے ہی لکھی گئی ہے، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے کتاب کے شروع میں یہ بات لکھی بھی ہے کہ مجھے پتہ چلا کہ دینی علم نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کی آخرت تو خراب ہو ہی رہی ہے لیکن ان کی دنیا بھی خراب ہو رہی ہے، گھر میں بھی ان کو سکون نہیں ہے، گھر گھر میں جھگڑے ہیں، تو پھر حضرتؒ نے یہ کتاب لکھی، تا کہ عورتوں کو ان کی دین و دنیا کے اہم اہم نکات بتائے جائیں ضروری ضروری باتیں بتائی جائیں تا کہ ان کی دین و دنیا دونوں بہتر ہو جائیں، تو حضرت نے اسی مقصد کیلئے یہ کتاب لکھی ہے اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہی عورتوں کی اصلاح تھی۔ اور حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ کتاب مسلمانوں کے ہر ہر گھر میں پڑھی جانے لگیں، تو یہ کتنا بہترین کام کیا، اگر عورتیں روزانہ اس کو تھوڑا تھوڑا پڑھنا شروع کریں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بہت فائدہ ہوگا۔ اس میں صرف عبادت کے مسائل ہی نہیں ہیں بلکہ معاشرت کے مسائل بھی ہیں۔ مثلاً ایک عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ کیسے رہنا چاہیئے؟ اولاد کی پرورش کیسے کرنی چاہیئے؟ وغیرہ وغیرہ تو اگر عورتیں کتاب کو پڑھتی رہیں گی تو دیکھنا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ گھر میں اطمینان ہو جائے گا، گھر کے اندر جو بے اطمنانی، بے فکری، لڑائی، جھگڑے تھے وہ سب انشاء اللہ تعالیٰ ختم ہو جائینگے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر ہم نمازوں کی پابندی کریں گے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ روزی کی تنگی کو دور فرما دیں گے، اور نماز پڑھنے کا دوسرا انعام پانچ انعامات میں سے یہ ہے کہ (۲) اللہ تعالیٰ اس سے قبر کی تنگی کو ہٹا دیتے ہیں، عذابِ قبر کو ہٹا دیا جاتا ہے (۳) تیسرا انعام یہ ہے کہ وہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائے گا، جیسے بارش کے زمانہ میں بجلی کس تیزی سے چلی جاتی ہے اسی طرح یہ بھی تیزی کے ساتھ پل صراط پر سے گذر جائے گا (۴) چوتھا انعام یہ ہوگا کہ اس کا نامۂ اعمال قیامت کے دن اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ملنا یہ جنتی ہونے کی نشانی ہے (۵) پانچواں انعام یہ ملے گا کہ وہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کر دیا جائے گا (انشاء اللہ) ہمارا عمل تو ایسا ہے ہی نہیں کہ ہم حساب دے سکے، اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخلہ عطا فرما دیں یہ ان کا کتنا بڑا فضل وانعام ہے، اور یہ انعام پانچ وقت کی پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہیں۔

پانچوں نمازوں کی پابندی پر اللہ تعالیٰ کا جنت کا وعدہ

اب خواتین کو چاہیئے کہ خود بھی پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ پڑھیں اور وقت پر پڑھیں اب تو گھر گھر رسیور (Receiver) ہے اس کے ذریعہ سے اذان کی آواز بھی گھر میں پہنچ جاتی ہے اور اگر رسیور نہیں

ہے تو گھروں میں ٹائم ٹیبل موجود ہوتا ہے اس میں دیکھ لیں کہ نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ اور اپنے گھر کے اندر مردوں کو بھی پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے بھیجیں، اگر مرد حضرات کو کوئی شرعی عذر ہے اور مسجد نہیں آسکتے تو کوئی بات نہیں وہ گھر میں نماز پڑھیں، لیکن کسی صورت میں بھی نماز نہ چھوڑیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا، اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (فضائل اعمال، جلد اول، فضائل نماز، ص۲۱۲،۲۱۳) تو کتنی بڑی بات ہے اگر کوئی بڑا آدمی ہمیں یہ کہہ دیں کہ تم بے فکر رہو میں تمہارا فلاں کام کردوں گا، تو ہمیں کیسا اطمینان ہوجاتا ہے کہ فلاں نے کہا ہے، لہٰذا اب ہمارا یہ کام ضرور ہوجائے گا، تو اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑی ذات ہے وہ فرمارہے ہیں کہ میری ذمہ داری ہے میں ان کو جنت میں داخل فرمادوں گا۔ اگر آج تک ہم سے نماز پڑھنے میں سستی ہورہی تھی تو اب آج سے یہ فضیلت سننے کے بعد نماز پڑھنا شروع کردیں، اور جو نمازیں چھوٹی ہو اس کی قضا بھی تھوڑی تھوڑی شروع کردیں، اگر رمضان المبارک کے روزے چھوٹے ہوئے ہوں تو اس کی بھی قضا کرلیں۔ تو آج یہ مسئلہ بھی آپ کو معلوم ہوگیا کہ توبہ سے نماز اور روزے معاف نہیں ہوتے اس کی قضا کرنی ہے، توبہ سے صرف وقت پر ادائیگی نہ کرنے کا گناہ معاف ہوتا ہے، اور اگر حقوق العباد میں سے کوئی چیز ہمارے ذمہ ہو، مثال کے طور پر کسی رشتہ دار نے کھانا بھیجا ایک پلیٹ کے اندر، اب وہ پلیٹ ہمارے گھر کے اندر ہی رہ گئی، تو اس کو لوٹادے کیونکہ عام طور پر آدمی پلیٹ جیسی معمولی چیزیں مانگنے پر شرماتا ہے کہ اگر میں ان سے مانگوں گا تو کہیں گے کہ پلیٹ جیسی معمولی چیز مانگ رہا ہے تو گھر والوں کو چاہئے کہ پلیٹ، پیالہ وغیرہ کوئی چیز کسی کے یہاں سے آئی ہے اس کو یاد رکھ کر واپس بھیج دیں، کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے، اور حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پوچھ ہوگی۔ اسی طریقہ سے شریعت کا حکم ہے کہ کسی کی غیبت نہ کریں، یہ بھی حقوق العباد میں سے ہے تو ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ غیبت کا کرنا اور سننا دونوں حرام ہے، لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچائیں۔

غیبت سے بچنے کا بہترین نسخہ

ہمارے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمیں معلوم ہے کہ فلاں مرد یا فلاں عورت آتی ہیں تو وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتیں ہیں جس کی وجہ سے غیبت ہوجاتی ہے، تو اگر وہ آئے تو ایک دم ان سے یہ نہیں کہہ دینا کہ یہ نہ کرو، وہ نہ کرو، ورنہ خواہ مخواہ جھگڑا ہوجائے گا، ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ اچھا یہ ہے کہ بہشتی زیور لیکر بیٹھو، جب ایسا لگے کہ ان سے ہماری ضروری باتیں ہوچکی ہیں، اب کہیں ادھر ادھر کی باتیں شروع نہ ہوجائیں تو اس بہن سے کہے کہ دیکھو میں نے بہشتی زیور میں ایک بات پڑھی ہے وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے میں آپ کو بھی پڑھ کر سناتی ہوں، اب اگر وہ سننا چاہے گی تو بیٹھے گی اور اگر سننا نہیں چاہے گی تو تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر چلی جائے گی، تو اس طریقے سے ہم غیبت سے بچ جائیں گے اب اگر ہم اس کو منہ پر کہتے کہ غیبت نہ کرو تو وہ ناراض ہوجاتی، حالانکہ ایسی باتوں پر ناراض نہیں ہونا چاہئے، لیکن ہم کمزور ہیں، تو اس کیلئے اچھا یہ ہے کہ کوئی کتاب لیکر بیٹھ جاؤ، مثلاً فضائل اعمال، بہشتی زیور، حیوۃ المسلمین وغیرہ کوئی کتاب لیکر پڑھنا شروع کردو، تو اس میں فائدہ یہ ہوگا کہ اس بہن کو دین کی بات سننے کا موقع بھی ملے گا اور ہم اس کا ذریعہ بنیں گے، اور جب تک وہ بہن اس سنی ہوئی بات پر عمل کرے گی ہمیں مفت کا ثواب ملتا رہے گا۔ تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ بہشتی زیور حضرت حکیم الامتؒ نے خاص طور سے عورتوں کیلئے لکھی ہے تو اب عورتوں کو بھی چاہئے کہ اس کو پڑھیں، اب بھی اگر ہم اس کتاب کو اپنے پاس گھر میں نہ رکھیں تو کتنی بری بات ہوگی، حالانکہ بہت بہت تو یہ کتاب پانچ پاؤنڈ کی آتی ہوگی، پانچ پاؤنڈ کی کیا حیثیت ہے، کتنے پیسے ہم ادھر ادھر کی چیزوں میں ڈالدیتے ہیں لیکن ہم نے دین کی ایک کتاب نہیں منگوائی، ٹھیک ہے اگر معلوم نہیں تھا تو اور بات ہے، اور ہماری بھی غلطی تھی کہ آپ کو بتایا نہیں، لیکن چلو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آج یاد آگیا، آج آپ کو بھی معلوم ہوگیا، تو اب اس کو ڈیوز بری سے منگوالو، ورنہ مجھے بتلادو

میں منگوادوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسرّت کا اظہار

مجھے خوشی ہوئی اس بات سے کہ یہاں بھی ایسی عورتیں ہیں جو دین کا شوق رکھتی ہیں اور دین کی باتیں سننا چاہتی ہیں اسی لئے یہ پروگرام رکھا گیا، اللہ تعالیٰ اس شوق کو ہمیشہ باقی رکھیں، اور جو کچھ کہا سنا گیا اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے بھی اور آپ کیلئے بھی نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔

بیان کا خلاصہ

اب آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سب لوگ یہ بات آج یہاں سے دل میں بٹھا کر جائیں کہ اگر ہماری نمازیں چھوٹی ہیں تو ہم اس کی قضا کریں گے، اگر کسی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس کی کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں؟ تو وہ اس طرح نیت کریں اور نیت کیا ہے؟ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اور اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کریں تو یہ مستحسن ہے، اور نیت کے الفاظ کسی بھی زبان میں ادا کئے جاسکتے ہیں، مثلاً کوئی آدمی اردو زبان میں نیت کے الفاظ ادا کرنا چاہے تو کہے، بالغ ہونے کے بعد سے فجر کی جتنی نمازیں میرے اوپر قضا ہیں ان میں سے سب سے پہلی فجر کی نماز قضا کررہی ہوں، تو یہ اردو زبان میں نیت ہوئی، اور دوسری نمازوں کی نیت کا بھی یہی طریقہ ہے، اور ہمارے موجودہ اکابرین یہ فرماتے ہیں کہ آج کے دور میں زبان سے نیت کرلیں یہ اچھا ہے، تو آج سے نمازوں کی قضا شروع فرمادیں، روزانہ کم از کم چھ نمازوں کی قضا مع وتر کے ادا کریں، اور اگر کسی دن کام سے جلدی فارغ ہوجائیں تو جتنی زیادہ قضا نمازیں پڑھ سکتی ہوں پڑھیں۔

گھر کا کام کرنا یہ بھی عبادت ہے

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ گھر کا کام کرنا یہ بھی عبادت ہے، تو ایسا نہ ہو کہ شوہر کام پر سے آیا ہے اور اس کو ابھی کھانا کھانا ہے اب شوہر گھر میں آیا اور آپ قضا نمازیں ہی پڑھتی رہیں یہ صحیح نہیں ہے، جب شوہر گھر میں آئے تو اس کا استقبال کرو، اس کیلئے کھانا گرم کرو، اور اس کیلئے کھانا رکھو شوہر کی خدمت یہ تو بہت بڑی عبادت ہے، لہٰذا اس سے غافل نہ ہوجانا ایسا نہ ہو کہ آج آپ نے یہاں قضا نمازوں کا مسئلہ سنا تو ساری توجہ اسی کام کی طرف مبذول کردی، اور دوسروں کے حقوق جو آپ کے ذمہ ہیں اس سے بےفکر ہوجائیں، نہیں دین یہ تو حقوق کی ادائیگی کا نام ہے، لہٰذا قضا نمازیں ایسے وقت پڑھیں کہ کسی کے حقوق ضائع نہ ہو۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ فرماتے تھے کہ عورتوں کیلئے گھر کا کام کرنا یہ بھی عبادت ہے، جیسے نماز پڑھنے میں ان کو ثواب ملتا ہے ایسے ہی کھانا پکانے میں بھی ان کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے، لہٰذا عورتیں جب کھانا پکائیں تو یہ نیت کرلیں کہ شوہر کی اطاعت کرنا اور شوہر کو خوش رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے، لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور شوہر کو خوش رکھنے کیلئے یہ کام کرتی ہوں تو یہ کھانا پکانا بھی عبادت بن گیا، اس کے لئے دعا پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، صرف نیت کرلیں، تو یہ کام عبادت بن گیا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قیامت کے دن یہ ایک مستقل سوال ہوگا کہ تم نے شوہر کو خوش رکھا تھا یا نہیں؟۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ عورت جنتی ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، ص۹۲۸۱، خواتین کیلئے شرعی احکام) تو دیکھئے، یہ کتنی بڑی فضیلت ہے، لہٰذا ہر جائز کام میں شوہر کی اطاعت کرو اور اطاعت بھی ایسے کہ بالکل خوشدلی کے ساتھ، جبراً نہیں، اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شوہر کی خدمت جو کہ عبادت ہے اس کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائی، لیکن افسوس کہ عورتیں شوہر کی اور گھر والوں کی خدمت کو عبادت ہی نہیں سمجھتیں، بلکہ بعض عورتیں بعض مرتبہ بطورِ افسوس کہ یوں کہتی ہیں کہ کیا کریں ہمارا تو سارا وقت اسی میں نکل جاتا ہے؟ صبح اٹھو تو بریک فاسٹ (Breakfast) کی فکر، گیارہ بجے تو لنچ (Lunch) کی فکر اور چار پانچ بجے تو شام کا کھانا بنانے کی فکر، حالانکہ ہماری عورتیں یہ نہیں سمجھتیں کہ گھر کا کام کرنا یہ بھی تو ایک عبادت ہے اور اس پر بھی ثواب ہے، اس کام میں عورتوں کا جو وقت خرچ ہوا ہے اس پر افسوس نہیں کرنا چاہئے، بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ ہمارا وقت عبادت میں گذرا، اگر یہ عبادت نہ ہوتی تو ہمارے اکابر اس کو عبادت نہیں فرماتے، یہ تو بڑی عبادت ہے

اور یوں کہنا چاہئے کہ عورتیں گھر بیٹھی جنت کما رہی ہیں، اسے باہر جانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔

عورتوں کی ایک کوتاہی

شوہر کو خوش رکھنا کتنی بڑی بات ہے اس کا اندازہ آپ ایک حدیثِ پاک کے مفہوم سے لگائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۱، بحوالہ ترمذی، خواتین کیلئے شرعی احکام، ص ۲۶۶) لیکن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں اس لئے عورتوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا۔ تو اس حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ شوہر کا کیا مقام ہے، کسی بچے کو یہ نہیں کہا گیا کہ وہ اپنے باپ کو سجدہ کریں، اور نہ کسی شاگرد کو کہا گیا کہ وہ اپنے استاذ کو سجدہ کریں لیکن بیوی کے متعلق کہا گیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ حکم دیتا تو وہ بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں۔ اور بعض عورتیں شوہر کی خدمت کے سلسلے میں ایک کوتاہی کر جاتی ہیں اس کو بھی یاد رکھیں۔

مثلاً کوئی عورت اس کے پاس آ کر بیٹھی ہے اور وہ دونوں باتیں کر رہی ہیں کہ اسی درمیان میں اس عورت کا شوہر کام سے فارغ ہو کر گھر آیا اب اس کو کھانا کھانا ہے اور اس کو بیوی کی خدمت کی ضرورت ہے، لیکن وہ عورت اس بات سے بالکل غافل ہے کہ اس کا شوہر اس کا انتظار کر رہا ہے اور یہ یہاں بیٹھی باتیں کرتی رہتی ہیں، پھر بعد میں اسی وجہ سے گھر میں جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو ایسے وقت میں عورت یہ کریں کہ جو عورت آئی ہے اس کے پاس بیٹھنے کیلئے اس سے کہے کہ آپ یہاں تشریف رکھیں میں اپنے شوہر کو کھانا تیار کر کے دے کر آتی ہوں، اگر ایسا کریگی تو شوہر کو شکایت کا موقع نہیں رہے گا، شوہر بھی اس سے خوش ہو جائے گا، اور ساتھ ساتھ یہ کام عبادت بھی بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح باتوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆

وعظ

اہل اللہ کے حبِّ نبوی ﷺ کے واقعات

حضرت مولانا محمد اکرام علی بھاگل پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، نوساری، گجرات

حضرت کا یہ وعظ مسجدِ قُبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن، یو۔ کے میں بعد نمازِ عشا ہوا

عنوانات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: امابعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ☆ صدق الله العظیم ۔

عِنْدَ ذِكْرِ اَهْلِ اللّٰهِ تُنَزَّلُ الرَّحْمَةُ

محترم حضرات! بلاشبہ اس امت کے نبی حضرت محمد ﷺ تمام نبیوں میں بے مثال تھے، اور اس امت کو جو کتاب ملی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں میں بے مثال ہے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ امت بھی تمام امتوں میں بے مثال ہے۔ اس میں بڑے بڑے اولوالعزم اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں، جن کے حالات سن کر اور پڑھ کر بلاشبہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے، اور اس پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ اس امت میں سب سے بڑھ کر سب سے عمدہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ کو جنابِ نبیٔ کریم ﷺ کے ہاتھوں نے بنایا تھا صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے تھے، اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کا ہاتھ بے مثال تھا اور بے مثال ہاتھوں کی بنائی ہوئی شخصیتیں بھی بے مثال تھیں، جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اس پر مرتے دم تک قائم رہیں ایمان پر ان کو صحابہ کہتے ہیں، اب جن لوگوں نے آپ ﷺ سے فیضِ صحبت حاصل کیا انہوں نے کیسے اونچے اونچے مقامات حاصل کئے، اس کی تفصیل میں تو نہیں جانا ہے، صرف دو تین واقعات بیان کرتا ہوں، جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ انہوں نے کیسے کیسے مقامات حاصل کئے

حضرت عوف بن مالکؓ کا واقعہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بار نبیٔ کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے پوچھا کہ عوف تمہارا کیا حال ہے؟ ہم لوگ بھی جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے حالات پوچھتے ہیں ہم دنیادار ہیں تو دنیوی اعتبار سے حالات بتلاتے ہیں، وہ حضرات دیندار تھے تو دین کے اعتبار سے اپنے حالات بتلاتے تھے، حضرت عوفؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرا حال بہت اچھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عوف یہ تو تمہارا دعویٰ ہوا اسکی دلیل کیا ہے؟ پیش کرو۔ تا کہ معلوم ہو کہ تمہارا حال اچھا ہے کیا دلیل دیتے ہیں غور سے سماعت فرمائیں۔ فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ رات میں جاگ کر گذار دیتا ہوں یعنی پوری رات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گذر جاتی ہے سوتا نہیں ہوں اور دن کی سخت گرمی کو پیاس میں گذار دیتا ہوں یعنی روزہ رکھتا ہوں، اب سنیں کہ وہ کیسی نماز پڑھتے تھے، اور کیسے روزے رکھتے تھے، فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ اب تو ایسا لگتا ہے جب میں نماز پڑھتا ہوں تو کہ اللہ تعالیٰ کا عرش میری نگاہوں کے سامنے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کا عرش دیکھ رہا ہوں یہ نماز وروزہ کا اثر تھا اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ اب تو یہ حال ہے کہ جنتیوں کے ہنسنے بولنے کی آواز اپنے کانوں سے سنتا ہوں آپس میں جنتی مل رہے ہیں ایک دوسرے سے خوشی کی باتیں کر رہے ہیں وہ خوشی کی باتیں میں اپنے کانوں سے سُن رہا ہوں، اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ اب تو یہ حال ہے کہ جہنمیوں کے پاؤں میں بیڑی ڈالکر گھسیٹ کر اس کو جہنم میں ڈھکیلا جارہا ہے اس کے چیخ وپکار کی آواز بھی میں سنتا ہوں۔

حضرات! وہ ایسے مقدس انسان تھے کہ دنیا میں بیٹھ کر کہ عرش کو دیکھ رہے ہیں جنتیوں کی آوازیں سُن رہے ہیں جہنمیوں کی آہ وبکاء کو سُن رہے ہیں، یہ حضرات کس کی فیضِ صحبت سے پیدا ہوئے؟ یہ سب کرشمہ تھا جنابِ نبیٔ کریم ﷺ کا، ایسی ہستیوں کو جنابِ نبیٔ کریم ﷺ نے پیدا کیا۔

حضرتِ عمران بن حصینؓ کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو بواسیر کا مرض تھا اور اتنا سخت مرض تھا کہ بستر ہی سے اٹھ نہیں سکتے تھے، ۳۲ سال سے بستر پر پڑے ہوئے تھے، حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے، بیماری کا تو یہ حال ہے لیکن چہرے کے اوپر خوشی کا یہ حال تھا کہ وہ خوشی صحتمندوں کے چہرے پر بھی نہ ہوگی وہ خوشی ان کے چہرے پر تھی بیماری کا چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! بیماری کا تو یہ حال ہے کہ بستر پر سے اٹھ بھی نہیں سکتے، پھر چہرے پر یہ رونق کیسی؟ فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ نے یہ بیماری دی میں نے اس پر صبر کرلیا اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کر اس صبر کا نتیجہ یہ ہے کہ فرشتوں کا دیدار ہوتا ہے، فرشتے مصافحہ کرتے ہیں، اب بتاؤ ان کے چہرے پر رونق نہ

آئے تو کیا آئے؟ یہ حال تھا حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا۔

آج کے بیان میں واقعات کا ذکر کیوں؟

اب سنئے، آج میں آپ کے سامنے کچھ واقعات ہی بیان کر رہا ہوں اور واقعات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات سن کر ہمارا ایمان بھی تازہ ہوجائے اور ہم بھی ان حضرات کا اتّباع کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی فہرست میں شامل ہوجائیں۔

بیداری میں دیدارِ نبوی ﷺ

اس امت کے اندر ایسی ایسی ہستیاں گذری ہیں کہ جنہوں نے بیداری میں نبیٔ کریم ﷺ کا دیدار کرایا ہے خواب میں نہیں بیداری میں اس امت میں ایسے بھی لوگ گذرے ہیں، امامِ غزالیؒ نے ایک ولی اللہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ایک ولی اللہ ایک فقیہ کی مجلس میں گئے اس فقیہ نے اس ولی اللہ کی موجودگی میں ایک حدیث بیان کی اس ولی اللہ نے کہا کہ یہ حدیث تو باطل ہے، فقیہ نے کہا کہ آپ نے یہ حکم کیسے لگایا؟ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اس ولی اللہ نے کہا کہ دیکھو، یہ نبیٔ کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے کبھی بیان نہیں کی، فقیہ نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو سراپا نبیٔ کریم ﷺ کو کھڑا ہوا دیکھا آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے کبھی بیان نہیں کی، تو ایسے بھی لوگ اس امت میں گذرے ہیں جو بیداری میں آپ ﷺ کا دیدار کراتے تھے،

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا عجیب وغریب ملفوظ

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ اور ہمارے درمیان اگر ایک لمحہ کیلئے بھی حجاب ہوجائے تو ایمان کا باقی رکھنا مشکل ہوجائے، کیا ان کی حضوری تھی؟ اور کیا نبیٔ کریم ﷺ کا استحضار تھا؟ بس وہی حال تھا کہ

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ان کے استحضار کا یہ حال تھا۔

سیوطیؒ کا بیداری میں دیدارِ نبوی ﷺ کا واقعہ

شیخ عبدالوھاب شعرانیؒ جو بڑے علماء میں سے تھے انہوں نے حافظ جلال الدین سیوطیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حافظ سیوطیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ عبدالوھاب میں نے بیداری میں نبیٔ کریم ﷺ کی ستّر (۷۰) بار سے زیادہ زیارت کی ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں جنّتی ہوں یا جہنمی؟ تو آپ ﷺ نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تم جنّتی ہو تو ان کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت مل گئی، اور وہ بھی آپ ﷺ کی زبانی کہ تم جنّتی ہو، پھر حافظ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ، عذاب کے بعد یا بلا عذاب کے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلا عذاب کے، تو ایسے ایسے لوگ اس امت میں گذرے ہیں۔

سفارش سے انکار کی وجہ

عطیہ عوفی سؒ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کے زمانے ہی کے شخص ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے جلال الدین سیوطیؒ سے کہا کہ میرا ایک معاملہ سلطان غوری کے یہاں ان کے متعلق ہے اگر آپ سلطان غوری کے یہاں جاکر سفارش کردیں تو میرا کام بن جائے گا، آپ اللہ کے واسطے میرا یہ کام کردیں، جلال الدین سیوطیؒ نے فرمایا کہ عطیہ! میں آپ ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتا ہوں اگر میں سلطان غوری کی محفل میں حاضر ہوا تو کہیں میں آپ ﷺ کی محفل سے محروم نہ کردیا جاؤں یہ مجھے ڈر لگتا ہے، اس لئے میں تو کبھی سلطان غوری کی محفل میں نہیں جاسکتا، اور دلیل میں فرمایا کہ ایک صحابیؓ کو فرشتہ کا دیدار ہوتا تھا ایک مرتبہ اُن صحابی کو کہیں تکلیف ہوئی تو انہوں نے لوہے کو گرم کر کے اپنے اس حصّہ پر داغا جہاں ان کو تکلیف پہنچی تھی اور جس کی ممانعت حدیث شریف میں ہے، اُسی روز سے وہ صحابی فرشتہ کے دیدار سے محروم کردیئے گئے، عطیہ! میں کسی حال میں بھی سلطان غوری

کی مجلس میں نہیں جاسکتا، یہ اس امت کے لوگوں کے حالات ہیں، یہ تو اوپر کے زمانے کی بات ہے، ہم اب ماضی قریب کے زمانے کے بزرگوں کی باتیں کرتے ہیں۔

خواب میں دیدارِ نبوی ﷺ کا واقعہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ واقعہ ہے جلال آباد کے ایک بزرگ کا، جلال آباد یہ تھانہ بھون کے بالکل قریب ایک بستی ہے، تو حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جلال آباد میں ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا قلندر صاحبؒ، صاحبِ حضوری سے وہ مشہور تھے یعنی نبیٔ کریم ﷺ کا ان کو دیدار ہوتا تھا، خواب میں حضور ﷺ تشریف لاتے تھے، یہ بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ابتدائی کتابوں کے استاذ تھے، حضرت تھانویؒ نے واقعہ بیان کیا کہ یہ ایک مرتبہ حج کو گئے حج سے فراغت کے بعد مدینہ گئے وہ زمانہ اونٹ کا تھا یہ بزرگ اونٹ پر سوار تھے یہ جس اونٹ پر سوار تھے اُس اونٹ کا ہانکنے والا ایک عربی چھوٹا بچہ تھا جو اونٹ کو ہانک رہا تھا اُس بچہ سے کوئی غلطی ہوگئی، تو حضرت مولانا قلندر صاحبؒ نے اس بچہ کو ایک طمانچہ لگایا طمانچہ کیا لگایا کہ نبیٔ کریم ﷺ کے دیدار سے اسی دن سے محروم ہوگئے، اب بتاؤ کہ ان پر کیا گذری ہوگی؟ ایک دولت ہمارے ہاتھ سے نکلتی ہے تو انسان پر کیا گذرتی ہے؟ یہ تو حضور ﷺ کے دیدار کی دولت سے محروم ہوگئے، جس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوسکتی اس جہاں میں، اب بڑے پریشان، بڑے حیران، اسی حال میں مدینہ پہنچے بڑے بڑے علماء کے پاس اور کہا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے خدا کے واسطے میری اس گرہ کو کھولدو، سبھوں نے ہتھیار ڈالدیئے کہ یہ ہمارے بس کا نہیں ہے البتہ لوگوں نے یہ کہا کہ اگر تمہاری اس گرہ کو کوئی کھول سکتا ہے تو وہ ایک مجذوبہ عورت ہے وہ کھول سکتی ہے جو برابر روزانہ روضۂ انور پر حاضری دیتی ہے تم ان کے پاس جاؤ امید ہے کہ وہ اس گرہ کو کھولدے، مولانا دوڑے ہوئے اس کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ روضۂ انور پر گئی ہے، تو مولانا دوڑے ہوئے سیدھے روضۂ انور پر پہنچے، دیکھا کہ وہ عورت وہاں موجود ہے گئے اس کے پاس اور اس سے اپنا حالِ زار بیان کیا کہ یہ میرا حال ہے خدا کے واسطے میری گرہ کھولدے، اس عورت نے حال سنا تو اس کو جوش آگیا اور جوش آنے کے بعد وہ عورت کیا کہتی ہے روضۂ انور کی طرف اشارہ کر کے کہ دیکھو اس طرف، انہوں نے جو سر اٹھا کر روضہ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کا سراپا موجود تھا اسی آنکھوں سے انہوں نے سراپا حضور ﷺ کو دیکھا یہ وہ مجذوبہ عورت تھی جس نے نبیٔ کریم ﷺ کو دکھلا دیا پھر اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا، ایسے ایسے لوگ اس دنیا میں گذرے ہیں۔

وہ واقعہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا شیخ سید احمد رفاعیؒ کا، کیا ان کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کا اثر تھا، اللہ تعالیٰ ہمارا حشر بھی ان ہی جماعت میں فرمادیں، دوستوں! ایسے لوگ بھی اس دنیا میں گذرے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی آپ ﷺ کی محبت کو بنالیا، ان کی زندگی کا مقصد ہی تھا آپ ﷺ کی محبت اور آپ کا دیدار، بعض بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے دیدار کے بعد ان کا کیا حال ہوا اس میں سے ایک واقعہ تو آیا ہے صحابہ کے بیان میں۔ حضرت عبداللہ بن عبدربہؓ کے بیان میں جو صاحب الاذان کہلاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبدربہ کے عشقِ نبی ﷺ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عبدربہؓ جو کہ صاحب الاذان کہلاتے ہیں، جنہوں نے اذان کا خواب دیکھا تھا جن کے خواب کی آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی تھی کہ ''انہ لرؤیا حق'' کہ یہ خواب خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے، جاؤ حضرتِ بلالؓ کے پاس اور ان کو تلقین کرو کہ وہ اذان دے، تو یہ وہ متبرک ہستی ہیں جن کے خواب کی بنیاد پر قیامت تک اذان کا سلسلہ باقی رہا، یہی صحابی جس روز حضور ﷺ کا وصال ہوا اس دن یہ اپنے باغ میں پانی پلا رہے تھے زمین کھود رہے تھے، ان کے صاحبزادے بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے آکر اپنے والد کو خبر دی کہ حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں، یہ خبر کا سننا تھا کہ ایسا لگتا تھا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ایک دم مبہوت ہوگئے، پھر پوچھا کہ بیٹا واقعی کیا حضور ﷺ کا وصال ہوگیا ہے؟ یعنی کہ یقین نہیں آرہا ہے تو بیٹے نے یقین دلایا کہ جی ہاں! جب ان کو یقین آگیا تو اب سنئے، وہ صحابی کیا دعا فرماتے ہیں، انہوں نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا کہ یا اللہ! تونے اِن آنکھوں میں بینائی دی ہی اس لئے تھی کہ ان

آنکھوں سے اپنے حبیب کا دیدار کریں، یا اللہ جب تیرے نبی حضرت محمد ﷺ ہی دنیا میں نہ رہے تو اب تمنا نہیں کہ میں ان آنکھوں سے اب دوسرے کو دیکھوں، اے اللہ! مجھے آنکھوں سے نابینا کردیں میری آنکھوں کی روشنی کو ختم فرمالیں ابھی ہاتھ نیچے نہیں اٹھے تھے کہ وہ نابینا ہوگئے، نبیٔ کریم ﷺ کی محبت کا یہ حال تھا، کیا عشق تھا ان حضرات کو نبیٔ کریم ﷺ سے، اب ہم خود ذرا سوچیں کہ انسان کو اپنی آنکھوں سے کتنی محبت ہوتی ہے ان حضرات کو نبیٔ کریم ﷺ سے اپنی آنکھوں سے بھی زیادہ محبت تھی، یہ حضرات نبیٔ کریم ﷺ کیلئے ہر چیز کو قربان کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نبیٔ کریم ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائیں، آپ ﷺ کی سنتوں کا اتباع ہمیں نصیب فرمائیں، آمین۔

ایک حافظ جی کے عشقِ نبی اور دیدارِ نبی ﷺ کا واقعہ

یہ تو ایک صحابی کی بات تھی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک حافظ جی کا واقعہ بیان فرمایا ہے، میں ان کا نام بھول رہا ہوں، یہ واقعہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ وہ نابینا تھے اللہ تعالیٰ جب کوئی چیز لے لیتے ہیں تو اس کا بدل عطا بھی فرماتے ہیں، آنکھ سے تو نابینا تھے مگر قوتِ حس ان کی اتنی بڑھ گئی کہ اگر کسی آدمی نے ایک بار اس حافظ جی سے مصافحہ کرلیا تو اگر دس سال کے بعد وہ پھر مصافحہ کرتا تو وہ پہچان لیں لیتے کہ یہ فلاں آدمی ہے، یہ ان کی قوتِ حس کا حال تھا، بیچارے نابینا تھے، اب سنئے کہ وہ کیسے نابینا ہوگئے، ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ برابر ان کو نبیٔ کریم ﷺ کا دیدار ہوتا تھا ایک روز نبیٔ کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھائی مانگو تم جو مانگو گے میں تم کو دونگا، انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ میں جو مانگونگا آپ دوگے؟ تو فرمایا کہ ہاں! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا آپ کے مطلوب کیلئے فرمایا کہ ضرور ملے گا مانگو، ہم آپ ہوتے تو کیا مانگتے؟ دنیا مانگتے، انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ میں نے آپ کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے بس اب اس کے بعد کسی اور کو نہ دیکھوں آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں آنکھوں سے نابینا ہوجاؤں، جب صبح اٹھے تو دونوں آنکھوں سے نابینا ہوچکے تھے، یہ تھے وہ حضرات جن کو حقیقتاً نبیٔ کریم ﷺ سے سچی محبت تھی، اب سنئے کہ وہ آنکھوں سے تو نابینا ہوگئے لیکن برابر حضور ﷺ کو دیکھتے تھے اور دیکھتے رہے، یہ ان حضرات کی محبت کا حال تھا کہ ''لایؤمن احدکم احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین''۔

دوستوں! ایسے ایسے واقعات ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں دین پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں، واقعی اگر ہم دین کو پڑھیں دین کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ہماری جو حالت ہے اس حالت پر گھن آنے لگے گی، اور جیسے تم فخر کر کے کرتے ہو پھر تم ان کے پاس بھی جانا گوارا نہیں کروگے، کیسے کیسے لوگ دنیا میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کیسی کیسی نبیٔ کریم ﷺ سے محبت کی۔

ایک مولوی صاحب کے عشقِ نبی ﷺ کا عجیب واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ملفوظات میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مولوی صاحب تھے ان کے عشقِ رسول ﷺ کا یہ حال تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ فرمائیں کہ اے فلاں ابنِ فلاں کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم کو میں جہنم میں بھیجدوں اور ابوطالب کو تمہاری جگہ جنت میں بھیجدوں، تو میں کہونگا کہ یا اللہ! مجھے جہنم میں بھیجدیجئے، اور وجہ کیا ہے کہ اس کی وجہ سے میرے محبوب ﷺ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی اس سے بڑھ کر عاشق کیلئے کیا ہوسکتا ہے؟ کہ اپنا نقصان ہو لیکن اپنے محبوب کی خوشی اس کو حاصل ہوجائے ایسے ایسے محبّ دنیا میں گذرے ہیں۔

القاتل والمقتول کلاھما فی الجنۃ

حضرت وحشیؓ بہت بڑے مجرم تھے مجرم ہونے کی حالت میں مرجاتے تو پتہ نہیں جہنم کے کس طبقہ میں وہ چلے جاتے جنگ احد میں انہوں نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی دین ہے اللہ چاہتا ہے تو کبھی کبھی قاتل ومقتول دونوں کو جنتی بنادیتا ہے، ایک طرف تو حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ''القاتل والمقتول کلاھما فی النار'' او کما قالؐ۔ اللہ تعالیٰ نے وحشی کو ایمان نصیب کیا آپ ﷺ کے پاس آئے کلمہ پڑھا مسلمان ہوگئے، مسلمان ہونے کے بعد اب حضرتِ وحشیؓ کی تمنا کیا تھی کہ حضور ﷺ کا دیدار ہو یہ صحابہ کیلئے سب سے بڑی عید تھی

،حضورﷺ کے روئے انور کا دیدار اس سے بڑھ کر کوئی عید نہیں تھی صحابہ کیا بلکہ جن کے دلوں میں آپﷺ کی محبت ہے ان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ محبوب کا دیدار ہو جائے۔

شَعْرَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا وَمَافِیھَا

بخاری شریف میں ہے کہ عبیدہ ناجی یہ تابعی ہے صحابی نہیں حدیث کے راوی ہے ان کے سامنے محمد ابن سیرینؒ نے آپﷺ کا بال مبارک لا کر دکھلایا کہ یہ بال ہے حضورﷺ کا، حجۃ الوداع میں آپﷺ نے جو اپنا سر مبارک منڈوایا تھا تو ایک طرف کے بال حضرت طلحہؓ کو دیئے تھے کہ لوگوں میں تقسیم کرنا ان کے واسطے سے یہ بال ابنِ سیرین کو ملے تھے اور ان کے واسطے سے ان کے صاحبزادے محمد کو یہ بال ملا تھا یہ محمد بڑے اجلّ تابعی میں سے ہیں اور یہ خواب کی تعبیر کے امام تھے، امت کے اندر ان سے بڑھ کر کوئی خواب کی تعبیر کرنے والا نہیں گذرا، جب محمد نے یہ بال عبیدہ ناجی کو دکھلایا تو کیا کہا انہوں نے بخاری کی عبارت ہے کہ وہ تو بال کو دیکھ کر بھڑک اٹھے اور عبیدہ ناجی نے کہا ''شَعْرَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا وَمَافِیھَا'' کہ آپﷺ کا یہ بال مبارک مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، اب ہمارا حال دیکھیں، آج ہم اپنی خواہشات پر آپﷺ کی ساری سنتوں کو سارے فرامین کو قربان کر رہے ہیں، لیکن وہ لوگ تھے کہ آپﷺ کے بال پر ساری دنیا کو قربان کرتے تھے، صحیح بات تو یہ ہے کہ آپﷺ کی بات تو بہت بڑی چیز ہے نبیِ کریمﷺ کو جس چیز سے نسبت ہو جائے وہ بھی دنیا و مافیھا سے بڑھ کر ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

دن بیت گئے صبح بیتی اور شا م کٹی اکثر اپنی
جس شب میں ہوا دیدار اس رات سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں

کیونکہ اس رات کو نسبت نبیِ کریمﷺ سے ہے۔

پامال ہوئے جتنے ذرّے سرکار کے پایۂ اقدس سے
اُس خاکِ مبارک کے آگے سب لعل وجواہر کچھ بھی نہیں

محبت ہو تو جان دینا آسان ہے، آپﷺ کی سنتوں کو قربان کرنا آسان نہیں، آج تو مسلمان سنتوں کو پامال کر رہے ہیں اپنی خواہشات کے مقابلہ میں، العیاذ باللہ، کسی کہنے والے نے صحیح کہا ہے کہ آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ آپﷺ جس زندگی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لیکر آئے تھے آج مسلمان اپنے عمل سے اس زندگی کو مٹا رہا ہے۔ اور جس زندگی کو حضرت مٹانے آئے تھے مسلمان اپنے عمل سے اس کو زندہ کر رہا ہے، آج حال مسلمانوں کا یہی ہو چکا ہے، جس چیز سے نبیِ کریمﷺ کو نفرت تھی ہم مسلمانوں کو آج اس سے محبت ہے، اور جس چیز سے نبیِ کریمﷺ کو محبت تھی آج مسلمانوں کو اس سے نفرت ہے، نعوذ باللہ من ذلك، پھر ہم حضورﷺ کی جنت میں کیسے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ آنکھ دیں جو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کو دی تھی۔

اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

حضرت عثمانِ غنیؓ کی مجلس لگی ہوئی تھی، اس میں ایک شخص آئے جو نامحرم عورتوں کو غلط نگاہ سے دیکھ کر آئے تھے، حضرت عثمانؓ نے فراستِ ایمانی سے پہچان لیا کہ (اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ) یہ شخص غلط جگہ پر نگاہ ڈال کر آیا ہے، تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ وہ آنکھوں سے زنا کر کے آتے ہیں اور ہماری مجلس میں شریک ہوتے ہیں، تو وہ شخص جو یہ عمل کر کے آیا تھا وہ سمجھ گیا کہ حضرت عثمانؓ کو پتہ چل گیا ہے چنانچہ اس نے اپنے اس فعل سے آئندہ کیلئے توبہ کی، تو بھائیوں! حضرتِ عثمانؓ کو جتنی زنا سے نفرت تھی اللہ وہ نفرت ہم کو بھی عطا فرمائیں، آمین۔ تو دوستوں! ایسے ایسے اللہ والے اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جنہوں نے اپنے ملاقاتی کی بگڑی ہوئی صورتوں کو اپنے چہرے میں دکھا دیا۔

ایک بزرگ کا ایک زائر کو اس کا اصلی چہرہ اپنے چہرے میں دکھانا

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص بڑا شوق اور اشتیاق لیکر ایک بزرگ کی خدمت میں گیا، بزرگوں سے لوگ ملنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ولی اللہ وہ ہیں کہ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے تو کون نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ یاد آ جائے، یہ بزرگانِ دین یہ مذکِّر ہیں اللہ کے، جیسے یہ مسجد مذکِّر ہے

اللہ تعالیٰ کی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو دنیا میں مذکّر بنایا ہے، تو بزرگوں اور دوستوں! بزرگانِ دین یہ بھی مُذکّر ہیں ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جاتے ہیں، یہ ان کے اللہ والا ہونے کی علامت ہے، تو وہ بیچارہ بڑی تمنا لیکر آیا لیکن جیسے ہی بزرگ کے پاس آیا اور ان کی نظر بزرگ پر پڑی تو اس کی ساری خوشی ملیا میٹ ہوگئی بجائے خوشی کے اس کے چہرے پر غم کا اثر تھا ایسا غم ان کو ہوا کہ بزرگ نے بھی چہرہ دیکھ کر محسوس کر لیا کہ ان کو مجھے دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی غم ہوا ہے، پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ مجھے دیکھ کر کیوں تم اتنا غمگین ہوئے؟ تو اس نے کہا کہ حضور! غمگین تو ہوا ہوں لیکن بات بتانے کی نہیں ہے زبان پر وہ بات نہیں آتی ہے، پوچھا کہ میاں بتاؤ کیا بات ہے؟ تم نے مجھے دیکھا وہ کیوں زبان پر نہیں آ رہا ہے؟ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ بیان کرو، اس نے کہا کہ حضور! میں تو تمنا لیکر آیا تھا کہ آپ کے چہرے پر نور برس رہا ہوگا لیکن کیا بتاؤں؟ مجھے تو آپ کی صورت کتّے جیسی نظر آ رہی ہے، ہم آپ ہوتے تو فوراً دیکھ کر کے بھاگ جاتے، لیکن وہ اس زمانے کے بزرگ تھے اور یہ اس زمانے کے محبّ تھے، بزرگ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک دیکھا، میں تم کو ایک وظیفہ دیتا ہوں جاؤ تم ایک ہفتہ وہ وظیفہ پابندی سے پڑھ کر آؤ، ایک ہفتہ کے بعد واپس آئے تو آج بھی ان کے چہرے پر غم کا اثر تھا، پوچھا آج کیا بات ہے؟ تو کہا کہ حضور! آج میں آپ کو کتّے جیسا تو نہیں دیکھ رہا ہوں البتہ بلّی جیسا دیکھ رہا ہوں، تو بزرگ نے فرمایا کہ آپ کو اور ایک ہفتہ کیلئے وظیفہ دیتا ہوں، ایک ہفتہ یہ وظیفہ پڑھ کر پھر تم میرے پاس آنا، اس مرتبہ ایک ہفتہ کے بعد جب وظیفہ پڑھ کر کے آئے تو دیکھا کہ ان کے چہرے پر خوشی کا اثر تھا، جیسے ان کو کوئی دولت مل گئی ہو، چہرے کے اوپر خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی، پوچھا کہ آج کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا کہ جیسا آپ کے بارے میں امید تھی آج میں ویسا ہی آپ کو دیکھ رہا ہوں، آج تو لگ رہا ہے کہ اللہ کا نور آپ کے چہرے پر برس رہا ہے، آج آپ کو دیکھتا ہوں تو خدا یاد آ جاتا ہے، کہا کہ اب تم ٹھیک ہو، تو اس شخص نے کہا کہ حضور! میں ٹھیک تو ہو گیا، لیکن یہ تو بتائیں کہ پہلے میں نے آپ کو کتّے جیسا دیکھا، پھر بلّی جیسا دیکھا، پھر آپ کے چہرے پر خدا کا نور دیکھا یہ کیا بات تھی؟ کہا کہ اللہ کے بندے تو نے جو مجھے پہلی مرتبہ کتّے کی شکل میں دیکھا تو وہ تو نے میری صورت نہیں دیکھی بلکہ تو نے میرے چہرے میں اپنی صورت دیکھی، تم نے جو گناہ کئے تھے گناہ کر کر کے جو تمہاری صورت بگڑ گئی تھی جو تم کو نظر نہیں آتی تھی میرے چہرے کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی صورت دکھا دی، کاش! اللہ تعالیٰ ایسا کوئی بزرگ ہم کو بھی نصیب کر دیتے، نہ جانے ہم نے کتنے گناہ کئے ہیں اور گناہ کر کر کے اپنی صورتوں کو کتنا بگاڑا ہے لیکن ہم کو اپنی اصلی صورت نظر نہیں آتی ہے، بعض مرتبہ دنیا میں لوگ دکھا دیتے ہیں لیکن اگر یہاں نہیں بھی دیکھا تو قیامت میں تو ہم کو اپنی اصلی صورت دکھائی ہی دی جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی بزرگوں کی صحبت نصیب کر دیں، آمین۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی نظر میں وضو کے پانی کی اہمیت

دوستوں! اس امت میں بڑے بڑے عجیب لوگ گذرے ہیں، جن کو عبادت کی لذّت معلوم ہوگئی، پھر ان کو دنیا کی کسی چیز میں بھی مزہ نہیں آیا، سب چیز پر انہوں نے لات ماردی، آج ہمارے نزدیک دولت روپیہ پیسہ ہیں، پوچھو حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جنہوں نے بادشاہی کو لات مار کر فقیری اختیار کی فقیر ہوگئے، فقیر بننے کے بعد ایک مرتبہ یہ سفر میں تھے کہ نماز کا وقت آ گیا، اب پانی تلاش کرنے لگے تلاش کر رہے ہیں پانی کو وضو کیلئے کہ پانی میسر آ جائے تو نماز پڑھیں بہت تلاش کے بعد ایک جگہ پر ایک کنواں اور ڈول نظر آیا انہوں نے جلدی سے ڈول کو کنویں میں ڈالا پانی نکالنے کیلئے، اللہ تعالیٰ کا بھی عجیب عجیب امتحان ہوتا ہے، پانی کیا آتا پورا ڈول سونے سے بھرا ہوا تھا، حضرت نے سونے کے ڈول کو اٹھا کر پھینکا، اور اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ میں تو اسے لات مار کر آیا ہوں مجھے یہ نہیں چاہئے مجھے تو وضو کا پانی چاہئے، پھر ڈول ڈالا تو وہ ہیرے جواہرات سے بھر کر آیا، تو حضرت نے اسے بھی پھینک دیا، اب تم خود سوچو جن کی نظر میں وضو کے پانی کی قیمت کے مقابلہ میں ہیرے جواہرات کچھ قیمت نہیں رکھتے ان کی نظر میں نماز کی کیا قیمت ہوگی؟ پھر تو وہ دنیا کی ساری چیزوں کو چھوڑ سکتا ہے لیکن نماز کو نہیں چھوڑ سکتا، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نماز کی عظمت اور نماز کی پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین

حور وقصور نہیں عرش کے نیچے ایک مصلّی کی جگہ چاہئے

میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے پاس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ عقیدتمند بن کر زیارت کیلئے حاضر ہوا کرتے تھے حضرت تھانویؒ کانپور سے مراد آباد تشریف لایا کرتے تھے، حضرت تھانویؒ جیسے بڑے شخص نیاز مند بن کر حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے پاس آیا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ جوش میں آگئے، کبھی کبھی ولی اللہ پر ایسے حالات آتے ہیں، فرمایا کہ اشرف علی ایک بات کہوں؟ پھر فرمایا کہ آپ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں؟ اشرف علی جب میں نماز پڑھتا ہوں اور سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بھری بھری رحمت کی گود میں ہم چلے گئے اتنا دل کو سکون ملتا ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ کیا چاہتا ہے جو مانگے گا وہی دیدونگا اگر اللہ تعالیٰ یہ سوال کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہونگا کہ آپ مجھے جنّت دیدیں، یا حور وقصور دیدیں، میں تو اللہ تعالیٰ سے کہونگا کہ بس عرش کے نیچے ایک مصلیٰ کی جگہ دیدیں میں آپ کو سجدہ کرتا رہوں اور آپ دیکھتے رہیں یہی میرے لئے سب سے بڑی جنّت ہے، واقعی نماز ہے ہی ایسی چیز، نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات کا اور گفتگو کا ایک ذریعہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتوں کو سنتے ہیں اور ہم ان کی باتوں کو نہیں سنتے، لیکن دنیا میں ایسے بھی بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بات کو اسی کان سے سنا۔

ایک بوڑھے کے عشقِ الٰہی کا واقعہ

حضرت جنید بغدادیؒ ایک بار آبادی سے باہر تھے عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا دیر ہو چکی تھی مگر ان لوگوں کو تلاش کس کی ہوتی تھی؟ کہ نماز ایسی پڑھوں کہ جس میں ثواب زیادہ ہو ہم تو فکر میں اس کی رہتے ہیں کہ سودا اس طرح بیچیں کہ اس میں نفع زیادہ ہو، سوچا کہ اللہ کا کوئی بندہ مل جاتا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تاکہ ثواب زیادہ ملتا تنہا نماز پڑھنے سے کیونکہ جماعت کی نماز میں ۲۷ گُنا زیادہ ثواب ملتا ہے، اب انتظار میں ہے کہ کوئی بندہ مل جائے، سچی بات ہے کہ اگر انسان سچی طلب کریں تو جنّت تو کیا اللہ تعالیٰ بھی مل جاتے ہیں مگر طلب تو ہو، جنید بغدادیؒ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بوڑھا آرہا ہے اور اس کے سر پر گھاس کا گھٹر ہے ہاتھ میں لاٹھی ہے ٹیکتے ہوئے آرہا ہے دیکھتے ہی سوچنے لگیں کہ اگر بڑے میاں نے نماز نہ پڑھی ہو تو جماعت کا ثواب مل جائیگا، جیسے بھوکے کو کھانا دیکھ کر خوشی ہوتی ہے ویسے ان کو بڑے میاں کو دیکھ کر خوشی ہوئی، بڑے میاں سے علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ بڑے میاں آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو بڑے میاں نے کہا کہ میں بھی انتظار میں ہوں کہ کوئی ملے تو اس کے ساتھ نماز پڑھوں، اب دیکھیں کہ ادھر بھی تلاش تھی اور ادھر بھی کہ دونوں طرف سے آگ محبت کی لگی ہوئی، کہا کہ جلدی وضو کیجئے، وضو کیا نماز کا وقتِ اخیر ہو رہا ہے اب نماز کون پڑھائے، اب ان دونوں میں بڑے میاں دیکھنے میں پھٹیچر حال لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گدڑی میں بھی لعل ہوتا ہے وہ دیکھنے میں تو معمولی شخص تھے لیکن حضرت جنیدؒ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا ولی ہے، ''ولی را ولی می شناسد'' کہ ایک ولی دوسرے ولی کو پہچانتا ہے، اب جنید بڑے میاں سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نماز پڑھائیے اور بڑے میاں جنید سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نماز پڑھائیے، بڑے میاں نے اللہ اکبر کہا اور نماز پڑھانی شروع کردی اب جب نماز پڑھائی تو بہت لمبی نماز پڑھائی اب جنید اندر اندر کڑھ رہے ہیں کہ عجیب آدمی کو ہم نے امام بنا دیا کہ وقتِ اخیر ہو رہا ہے نماز کو مختصر پڑھانا چاہئے تھا یہ نماز اتنی لمبی کر رہے ہیں کہ نماز کو مکروہ کر دیں گے، جب نماز ختم ہوگئی تو حضرت جنیدؒ بڑے میاں پر برسے کہ اسی لئے تم کو امام بنایا تھا کہ نماز اتنی لمبی پڑھائیں، تو بڑے میاں نے کہا کہ شکر ادا کرو کہ نماز ختم ہوگئی، تو حضرت جنیدؒ کہنے لگے کہ کیا عشاء تک لے جانے کا ارادہ تھا جب جنید نے یہ کہا تو وہ بڑے میاں بلبلا اٹھے اور کہا کہ جنید! بس ایک راز ہے جو میرے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا آج تم نے مجھے چھیڑ دیا اس لئے میں تم کو بیان کر رہا ہوں، پھر بڑے میاں فرمانے لگیں کہ جنید میری نماز تو ایسی ہوتی ہے کہ میں نماز میں اس وقت تک کھڑا رہتا ہوں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز نہیں آجاتی کہ بندے! مجھے تیرا کھڑا رہنا پسند آگیا میں نے قبول کرلیا تیرا کھڑا رہنا، اب بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی آواز بعض بزرگوں نے بھی سنی ہے یا نہیں، اب اللہ تعالیٰ

کی آواز کوئی سن لے تو اس سے بڑھ کر لذّت کی چیز کیا ہوسکتی ہے؟۔

افسوس! کہ وہ دولت ہاتھ سے چھوٹ گئی

حضرت ایوبؑ کیسے بیمار جب تندرست ہو گئے تو غمگین رہنے لگے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے ایوب! اب کیوں غمگین رہتے ہو صحت کی دولت میں نے تم کو دیدی، حضرت ایوبؑ فرماتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ صحت کی دولت تو مل گئی لیکن ایک دولت ہاتھ سے چھوٹ گئی، فرمایا کہ یا اللہ! جب میں بیمار تھا تو آپ مجھ سے صبح کو حال دریافت فرماتے تھے آپ کی آواز آتی تھی اور اس کی لذّت مجھے صبح سے شام تک آتی تھی، اور شام کو آپ میرا حال پوچھتے تھے تو اس کی لذّت مجھے شام سے لیکر صبح تک آتی تھی، اب وہ دولت مجھ سے چھوٹ گئی اس پر افسوس کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ جب مصیبت دیتے ہیں تو ہم تو ناخوش ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے نیک بندے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور بیماری کے اندر بھی ایسی دولت کماتے ہیں جو تندرستوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔

تین بزرگ کی تین مختلف حالتیں

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکیؒ ان کا حال کیا تھا؟ جب ان کو تھوڑی بھی بیماری ہوتی تو بس چیخ پڑتے تھے اور چھوٹے بچے کی طرح رونے لگتے تھے ایسے بڑے اللہ والے اور ذرا بھی صبر نہیں، بچے جتنا بھی صبر نہیں، اور قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ان کا حال بالکل الٹا تھا کہ جتنی بھی بڑی مصیبت آتی تھی تو وہ اس کو اس طرح سے ہضم کر جاتے تھے کہ اپنے گھر والوں کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تھے کہ کیا پریشانی آئی اور کیا چلی گئی۔

اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ جب ذرا سے بھی بیمار پڑتے تھے تو فوراً ڈاکٹر کے یہاں چلے جاتے تھے اگر نزلہ زکام ہوا تو بھی ڈاکٹر کے یہاں چلے جاتے تھے، یہ تین بزرگ تھے ان کے تین حال ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ اتنے بڑے بزرگ ہو کر اتنے بڑے بے صبرے؟ کیا اللہ تعالیٰ پر آپ کو بھروسہ نہیں ہے، تو کیا جواب دیتے ہیں، واقعی اللہ والے رو کر کہ وہ مزہ لوٹتے ہیں جو دنیا والے ہنس کر بھی نہیں لوٹتے، فرماتے ہیں کہ ارے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ تو مجھے بیماری اسی لئے دیتا ہے کہ میں روؤں اپنی عاجزی ان کے سامنے ظاہر کروں پس جب اللہ تعالیٰ خوش ہے میرے رونے پر تو میں کیوں مسکراؤں؟ اللہ تعالیٰ کا بندہ تو وہی ہے کہ

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

ارے ولایت کیا چیز ہے؟ اچھا کھلائے تو اچھا کھاؤ، معمولی درجہ کا کھلائے تو وہ کھاؤ، اللہ تعالیٰ جس حال میں بھی رکھے اس حال میں رہو، اب دیکھو آنکھوں میں آنسو ہیں لیکن دل میں کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو راضی کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا حال یہ ہے کہ اپنے خدّام کو بھی خدمت کا موقع نہیں دیتے، تو کیا فرمایا؟ سنئے، فرمایا کہ ارے بھائی! یہ ہاتھ سے دوستی ہو گئی ہے اب جس انسان کو ہاتھ سے دوستی ہو جائے تو ہاتھ کی ساری چیزوں سے بھی دوستی ہو تبھی وہ دوست کہلاتا ہے، جب ہم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے جو چیزیں مل جائیں اس سے بھی محبت ہے، تو کیا اللہ میاں بیماری دیں تو میں اس کی شکایت کروں؟

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے پوچھا کہ حضرت! آپ اتنے بڑے شخص ہو کر چھوٹی سی بیماری میں بھی ڈاکٹروں کے یہاں چلے جاتے ہیں، دیکھو، انسان کس طرح سے سلوک طے کرتا ہے فرمایا کہ بھئی! میں ڈاکٹروں کے یہاں جا کر اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں کہ اے نفس جب تو ڈاکٹر کا بھی محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ کا کتنا محتاج ہوگا؟ تو دیکھو، ڈاکٹر کے یہاں جا رہے ہیں اور سلوک طے کر رہے ہیں، کوئی رو کر سلوک طے کر رہا ہے، کوئی صبر وضبط سے سلوک طے کر رہا ہے، اور کوئی ڈاکٹر کے یہاں جا کر سلوک طے کر رہا ہے، اے اللہ میاں! آپ نے دین کا راستہ کتنا آسان رکھا ہے جب چاہو خدا کے پاس چلے جاؤ

اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح نہیں ہوگا تو نعمتوں میں بھی مزہ نہیں آئے گا

دوستو! اخیر میں کہدوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح نہیں ہوگا تو ہم کو نعمتوں میں بھی وہ مزہ نہیں آئے گا، جو مزہ بزرگوں نے نمک روٹی کھا کر حاصل کیا ہے، دنیادار کو جو مزہ بریانی میں حاصل نہیں ہوتا وہ مزہ بزرگوں نے نمک روٹی کھا کر حاصل کیا ہے، اس لئے کہ اللہ والے نعمتوں کو نہیں دیکھتے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں جس ہاتھ نے یہ نعمت دی ہے، بڑے ہاتھ کی چھوٹی چیز بھی بڑی ہوتی ہے، دیکھو، آپ ﷺ نے کیا فرمایا ''نعم الادام الملح، نعم الادام الخل، سید الادام اللحم '' کہ بہترین سالن نمک ہے، بہترین سالن سرکہ ہے، سالنوں کا سردار گوشت ہے، کیوں؟ نعمت تو بدلتی ہے، لیکن ہاتھ نہیں بدلتا، ذرا مجنوں سے پوچھو! لیلیٰ اگر سڑا ہوا امرود دیدے اور اس کے مقابلہ میں کوئی بڑا شخص کوئی بڑی چیز دیدے تو یہ مجنوں اس کو اٹھا کر پھینک دیگا اور لیلیٰ کا سڑا ہوا امرود قبول کرلیگا، اور کم سے کم درجہ کے مسلمان سے پوچھو کہ اگر محمد ﷺ تم کو سوکھی روٹی دیدے اور دوسرا بریانی دیدے تو وہ بریانی کو لات ماردیگا، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے وہ محبت پیدا ہوجائے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ سے۔

اے داؤد! دو باتیں یاد رکھنا!

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا تھا کہ داؤد! دو باتیں یاد رکھنا، پہلی بات یہ کہ کسی بھی گناہ کو چھوٹا مت سمجھنا، دوسری بات یہ کہ میری کسی بھی نعمت کو چھوٹا مت سمجھنا، تو دوستوں! علمِ دین پڑھو بزرگوں کے حالات پڑھو تا کہ ہمارے اندر بھی نیکی کا شوق پیدا ہو، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ سے سچی محبت پیدا ہو۔

تو دوستوں! میں نے آپ کے سامنے بزرگوں کے یہ چند واقعات بیان فرمائے، اور کتابوں میں آتا ہے کہ اہل اللہ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، تو اس مجلس میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو رہی ہے، لیکن ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار ایسی مجلسوں میں بیٹھنا نصیب فرمائیں، اور جو کچھ ہم نے بزرگوں کے واقعات سنیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں، ہمارے اندر خیر کے حاصل کرنے کا جذبہ پیدا فرمائیں، اور عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین.

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين

یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ،ان بعض الظن اثم الخ

وعظ

معاشرے کو تباہ کرنے والے تین گناہ

غیبت، حقارت، تجسس

ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حاجی فاروق صاحب سکّھروی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات

عنوانات

بدگمانی تفریق کا سبب ہے

تجسس یہ موذی گناہوں میں سے ہے

غیبت دال روٹی بن کر رہ گئی ہے

غیبت جاہی گناہ ہے

بلاوجہ نہ ذکرِ خیر سنو، نہ ذکرِ غیر سنو

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: امابعد

فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم

یاایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن، ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتًا فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحیم ☆

(سورة الحجرات)

تکرار میں اسرار کھلتے ہیں

محترم حضرات! میں جو باتیں بھی کرونگا وہ میں اپنی اصلاح کیلئے کہونگا۔ کیونکہ تکرار میں اسرار کھلتے ہیں، جب آدمی اپنے سبق کو دہراتا ہے یاد کرتا رہتا ہے تو کسی اہلِ دل کی نظرِ کرم سے عمل کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے، مجلس میں کوئی ایسا صاحبِ دل ہوتا ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیدیتے ہیں، جب آدمی مستقل مزاجی سے عمل کرتا رہتا ہے تو پھر وہ عمل حال ہو جاتا ہے، پھر حال سے بڑھ کر مقام بن جاتا ہے، اور جو مقاماتِ باطنہ ہے مثلاً صبر ہے، شکر ہے، اُنس ہے، تقویٰ ہے، محبت ہے، تواضع ہے، توکل ہے، رجاء ہے، خوف ہے، یہ مقاماتِ باطنہ ہر بندۂ مؤمن کیلئے حاصل کرنا فرض ہے، اور جتنے بھی رذائل ہیں برے اخلاق ہیں، مثلا ناشکری ہے، جھوٹ ہے، بدگمانی ہے، حسد ہے، حبِ مال ہے، حبِ جاہ ہے، طولِ امل ہے، یہ جتنے بھی برے اخلاق ہیں ان کو رذائل کہا جاتا ہے، ان سے پیچھا چھڑانا فرض ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں تمام رذائل سے نجات عطا فرمائیں اور تمام اخلاقِ حمیدہ سے مزیّن فرمائیں، اسی لئے بزرگوں کی صحبت میں بٹھایا جاتا ہے، اسی لئے اللہ والوں سے تعلق قائم

کیا جاتا ہے کہ ہماری حیوانیت ختم ہوکر نفس کی امّاریّت ختم ہوکر لوّامیّت اور لوّامیّت سے طمانینت یعنی ہمارا نفس نفسِ مطمئنہ بن جائے۔

انما المؤمنون اخوة

عزیزانِ من! اللہ ربّ العزّت نے ہمارے درمیان ایک انتہائی عظیم رشتہ قائم کیا ہے اور وہ رشتہ ہے محبت اور بھائی چارگی کا، اور انما المؤمنون اخوة کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو کجسدٍ واحدٍ قرار دیا ہے کہ ہم سب کے سب ایک جسم کی طرح ہے، اور بدن کے جس حصہ میں درد ہوتا ہے تو پورا بدن اس کا ساتھ دیتا ہے، اسی طرح ہمارا بھی حال ہونا چاہئے کہ دنیا کے کسی کونے میں کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے ہم اس کو اپنی تکلیف محسوس کریں۔

بھائی چارگی کے کچھ حقوق ہیں

اوراس بھائی چارگی کے کچھ حقوق ہیں، جب تک مسلمانوں نے ان حقوق کی ادائیگی کی فکر رکھی تو بے سروسامانی میں بھی اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی حکومت عطا فرمائی، یہی وہ معاشرتی اور آپس کے حقوق تھے جس کی ادائیگی کی فکر ان میں سے ہر ایک کو تھی۔

مدینہ منورہ میں جو بھائی چارگی قائم فرمائی اس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی، ایک انصاری صحابی کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک مہاجر کی بھائی چارگی قائم فرمادی اب اس کی دو دکان تھی تو اس انصاری نے مہاجر کو کہا کہ یہ دو دکان ہیں میری ان میں سے تم کو جو پسند ہے وہ لےلو، وراس کی اگر دو بیبیاں تھیں تو وہ مہاجر کو کہتا تھا کہ یہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے تم کو جو پسند ہے وہ تم لےلو، تو ایسی مثال قائم فرمائی ہے نبیٔ کریم ﷺ کے غلاموں نے کہ دنیا کی تاریخ کے کسی حصّہ میں ایسی مثال ملنا مشکل ہے،۔

پرتوت

مشہور واقعہ ہے کے ایک لڑائی کے موقعہ پر چند آدمی زخمی پڑے ہوئے ہیں، ایک آدمی پانی لیکر پہنچتا ہے آپ سنتے رہتے ہیں مشہور واقعہ ہے وہ زخمی پکار رہے ہیں کہ عطس عطس پیاس پیاس موت کا وقت شدتِ پیاس کا وقت ہوتا ہے، تو ایک صحابی پانی لیکر ایک زخمی صحابی کے پاس پہنچتے ہیں وہ پانی پینے کے قریب ہوتے ہیں کہ پڑوس میں سے دوسرے صحابی کے پانی مانگنے کی آواز آتی ہے تو وہ پہلا شخص کہتا ہے کہ میں نہیں پیونگا میرے بھائی کو دیدو وہ پانی لیکر وہاں پہنچتے ہیں اتنے میں تیسرے صحابی پانی کیلئے آواز لگاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ میں نہیں پیونگا میرے بھائی کو پلادو وہ جب لیکر وہاں پہنچتا ہے تو وہ جامِ شہادت نوش فرما چکے ہوتے ہیں، یہی حال ان دو صحابی کا بھی ہوتا ہے تو تمام جامِ شہادت نوش کر لیتے ہیں کوئی بھی پانی نہیں پی پاتا ہے اسے کہتے ہیں پرتوت، یہ ایثار سے بھی بڑھ کر چیز ہوتی ہے کہ اپنے حقوق کو دبا کر دوسرے کا حق ادا کرنا، ایسی مثال تاریخِ عالم میں کہیں نہیں ملے گی جو آپ ﷺ کے غلاموں نے تاریخ میں پیش کی ہیں، یہ وہی قوم تھی جو ذرا ذرا سی بات پر برسوں لڑتے تھے، صرف اونٹنی کے پتھر مارنے پر اوس وخزرج میں سوسال سے زیادہ جنگ چلی ایسی قوم آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر کتنی جاں نثار بن گئی کہ جان کو دیکھا نہ مال کو اور ادائیگیٔ حقوق میں کیسی مثال قائم فرمائی کہ جو ہمارے لئے قابلِ نمونہ ہیں، لیکن ان چیزوں میں ہمارے اندر بڑی کمزوری آچکی ہے۔

میں معاشرت کا مجدد ہوں

مجھے اس پر حاجی فاروق صاحبؒ جو حضرت حکیم الامتؒ کا ملفوظ نقل فرماتے تھے وہ یاد آیا، حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معاشرت کا مجدد بنا کر بھیجا ہے میری نظر اس پر نہیں ہوتی کہ کس نے کتنا ذکر کیا؟ کس نے تہجد پڑھی؟ اور کس نے نہیں پڑھی؟ میری نظر تو اس پر ہوتی ہے کہ اس کے ہاتھ سے اس کی زبان سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی اس کا اہتمام اور اس پر میری نظر ہوتی ہے، اور فرمایا کہ کل کا کل سلوک وتصوف یہ ہے، لیکن لوگوں نے اس کو سمجھا نہیں ہے، کثرتِ ذکر، کثرتِ نوافل، مراقبات، مکاشفات، خوابوں کا دیکھنا، رؤیاتِ صالحات وغیرہ، یہ سب اپنی جگہ محمود چیزیں ہیں مقصود نہیں، لیکن لوگوں نے اس کو مقصود سمجھ کر یہ سمجھ لیا کہ کل کا کل تصوف یہی ہے، اور طبیعتیں دیکھو گھر میں موذی جانور بن کر رہتے ہیں، بیوی بچوں کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے؟

کیا رویہ ہے ہمارا والدین کے ساتھ؟ اپنے اساتذہ کے ساتھ۔

تنزّلی کے اسباب کیا ہے؟

دوستو! ہمیں فکر کے ساتھ یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر ہم یوماً فیوماً تنزلی میں گرتے چلے جارہے ہیں، وہ اسباب کیا ہیں؟ یہی کہ ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کے اکرام کو چھوڑ دیا ہے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہماری کم بختی یہ ہے کہ ہم نے علماءِ کرام جو نائبینِ انبیاءؑ ہیں ان کے اکرام کو چھوڑ دیا ان کی توہین، ان کی تضحیک، ان کی بدگمانیاں جس معاشرہ کے اندر پھیل جائیں وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا، وہ قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے اور یہ حدیثِ قدسی ہے کہ ’’من آذانی ولیًّا فقد آذنته بالحرب او کماقال علیه الصلوٰة والسلام‘‘ اس لئے ہمیں فکر کے ساتھ ان امور کی اصلاح کرنی چاہئے۔

مسیح الامتؒ کی دو نصیحتیں

اب آپ میری اس بات پر غور فرمانا مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ نے سب سے پہلی نصیحت بروقتِ بیعت حاجی فاروق صاحبؒ کو جو فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا، بدتر سمجھنا اور اس سے آگے یہ بات بیان فرمائی کہ اپنی ان آنکھوں کے ساتھ بیداری کی حالت میں کسی کو حرام کاری میں مبتلا دیکھنا تو اس کی پردہ پوشی کرنا، اس کی طرف سے دل میں تحقیر مت لانا، محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی فرمایا کرتے تھے کہ فعل کی تحقیر تو ہو لیکن فاعل کی تحقیر نہ ہو، لیکن آج ہوتا کیا ہے؟ ہمارے دل میں چاہے وہ دین کا کام کرنے والے بھی ہو گنہگار کی حقارت دل میں آجاتی ہے، اور اُسی حقارت کی بناء پر آدمی مارا جاتا ہے تھوڑی سی دیر کا بھی کبر آدمی کو کہیں کا نہیں چھوڑتا آدمی بن کے بگڑ جاتا ہے، حدیثِ پاک میں آپ ﷺ کا پاک ارشاد موجود ہے کہ ’’بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاه المسلم‘‘ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو وہ بڑا ہی دردناک ہے۔

عبرت آموز واقعہ

شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا عبرت آموز واقعہ ہمارے اکابرین نے اکثر اپنے بیانات میں سنایا ہے، سنا ہوا ہو تو دوبارہ سن لیں اس کا خلاصہ عرض کئے دیتا ہوں۔

دیکھئے، فعل کی تحقیر ہو فاعل کی تحقیر نہ ہو یہ وہ اصول ہے جس کو ہم نے چھوڑ کر اپنوں کو پرایا کردیا ہے، اپنے غیر ہوگئے ہیں، گھر کے اندر بھائی بھائی موجود ہے مہینوں بات نہیں ہوتی، اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اکرامِ مسلم چھوڑ دیا، یہ وہ سبب ہے جس کی بناء پر دوریاں ہوتی چلی جارہی ہے، ورنہ یہ اصول تو وہ ہیں جن پر چل کر غیر بھی اپنے بن گئے اور جب ان اصول کو چھوڑا تو اپنے بھی دور ہوگئے، اور جب ان اصول کو اپنایا تو ابدی ازلی دشمن بھی قدموں میں آگئے ضرورت ہے کہ ہم اخلاقِ نبوی ﷺ کو اپنائیں۔

غور کرنا دوستو! اس واقعہ پر شیخ عبداللہ اندلسیؒ بہت بڑے اولیاء اللہ ہوئے ہیں بغداد شریف کے اندر کم وبیش دو ہزار خانقاہیں چلتی تھی اور ہزاروں علماء، مشائخ حضرت کے شاگرد تھے، حضرت جنید بغدادیؒ بھی حضرت کے شاگرد تھے، یہ حضرت چلے جارہے تھے ایک مرتبہ سفر کے اندر سفر میں خادم بھی ساتھ تھے راستہ میں ایک نصاریٰ کی بستی آئی وہ صلیب کی پرستش میں لگے ہوئے تھے، حضرت کے دل میں ان کی حقارت آگئی، حضرت تھانویؒ نے فرمایا رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور حضرت کا روزہ تھا اور جس وقت حضرت یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے تو مجلس کے اندر بڑے بڑے حضرات تشریف فرما تھے مثلاً قاری طیب صاحبؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا مسیح اللہ صاحبؒ، مولانا ظفر صاحبؒ، عیسیٰ الہ آبادی صاحبؒ وغیرہ تشریف فرما تھے، حضرت تھانویؒ نے جب یہ واقعہ بیان فرمایا تو حضرت پر عجیب کیفیت طاری تھی، حضرت نے فرمایا میں روزہ سے ہوں اور آپ کو یقین دلانے کیلئے قسم کھاتا ہوں قسم سے بڑھ کر میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں

سب کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھتا ہوں یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو کتّے سے اور خنزیر سے بھی بدتر جانتا ہوں اور یہ کفار جو ہیں ان سے اپنے کو فی المآل بدتر جانتا ہوں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مستقبل میں ایمان لے آئیں، اور فرمایا کہ مجھے کبھی وسوسہ کے درجہ میں بھی یہ خیال نہیں آیا کہ میں فلاں سے افضل ہوں، اب آپ اندازہ کریں کہ ایک ہزار سے زائد کتابوں کا مصنف جس کا فیضان پوری دنیا میں پھیلا اور پھیل رہا ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، اور ہم لوگ جمعہ جمعہ آٹھ دن تھوڑا سا دین کے راستے میں لگیں کہ والدین کی بھائیوں کی حقارت دل میں آ گئی، عام مسلمانوں کی حقارت دل میں آ گئی، حالانکہ ایک مسلمان کی کیا قیمت ہے؟ حاجی فاروق صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہر ہر مسلمان جواہرات ہے جواہرات، چاہے وہ فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، کیونکہ ڈائمنڈ تو ڈائمنڈ ہے چاہے وہ گندی نالی میں پڑا ہو کیونکہ اس کو دھو کے شوکیس میں سجا لو تو وہ ہیرا تو ہیرا ہی ہے اس کی اہمیت گندی نالی میں گرنے سے کم نہیں ہو جائے گی۔ یہی حال مسلمان کا ہے چاہے وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو، لیکن ہے تو وہ مسلمان، لہٰذا ان کی ناقدری نہ کرو ان کا اکرام کرو۔

تو خیر، میں عبداللہ اندلسیؒ کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ وہ ایک نصاریٰ کی بستی سے گذر رہے تھے کہ نصاریٰ کی حقارت دل میں آ گئی، تو شیخ عبداللہ اندلسی فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میرے دل میں ان کی حقارت آئی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسا دل کی کھڑکی کھلی اور پھُر سے کوئی پرندہ اڑ گیا پھر اگلی بستی میں پہنچے وہ بستی بھی نصاریٰ کی تھی، وہاں پر ایک جگہ پر نوجوان خوبصورت لڑکیاں کنویں پر پانی بھر رہی تھیں، شیخ کی نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی دل گرفتار ہو گیا نفسانیت کا غلبہ ہو گیا اور سب شاگردوں سے کہا کہ اب تم میرا ساتھ چھوڑ دو اب میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں، اور یہ کہہ کر اس لڑکی کے پیچھے چل دیئے، لڑکی جب گھر پہنچی تو شیخ بھی اس لڑکی کے ساتھ اس گھر میں گئے اور لڑکی کے باپ سے کہا کہ میں تمہاری لڑکی پر عاشق ہو گیا ہوں اور اب میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، لڑکی کے باپ نے کہا کہ ایسے شادی نہیں ہو گی، تم کو اپنا دین چھوڑ کر ہمارا مذہب مذہبِ نصرانیت اختیار کرنا ہو گا اور صلیب پہننی پڑے گی، شیخ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے میں مذہبِ نصرانیت اختیار کرتا ہوں اور یہ کہہ کر صلیب بھی گلے میں لٹکا لی لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں اتنی آسانی سے اپنی لڑکی نہیں دونگا تمہیں اتنے اتنے سال تک خنزیر بھی چرانا ہوگا جنگل میں، تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے یہ بھی منظور ہے میں جنگل میں جا کر خنزیر بھی چراؤنگا،'' کتنی عبرتناک بات ہے اس سے ہمیں عبرت پکڑنی چاہئے'' کیا ہم اپنی عبادت پر ناز کریں؟

جن کو ہم کافر سمجھتے تھے وہ جنتی نکلے

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ کیا اپنی کثرتِ عبادات اور کثرتِ ذکر پر ناز کرتے ہو؟ مرنے کے بعد دیکھنا ایسے ایسے لوگ جنت میں چلے جائیں گے جن کو ہم دنیا میں کافر سمجھتے تھے، اور اس پر حضرت نے اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا، دیوبند میں حضرتؒ کا ایک پڑوسی تھا وہ ہندو تھا، حضرت نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنّت میں ٹہل رہا ہے، حضرت نے پوچھا کہ ''لالہ جی! تم اور جنت'' اس میں کوئی جوڑ ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی حضرت! بات دراصل یہ ہے کہ میں تو بہت پہلے ہی ایمان لے آیا تھا لیکن ظاہر نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا اور جنت عطا فرمادی، یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ اہل اللہ کے خواب مکاشفات میں سے ہوتے ہیں، حضرتؒ اس خواب کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسے ایسے لوگ جن کو ہم کافر سمجھتے تھے وہ جنتی نکلے، حضرت نانوتویؒ کے یہ خواب کا واقعہ حکیم الامتؒ کے ملفوظات میں ہے۔

حاجی فاروق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر بندہ کا معاملہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے اس کو اختیار ہے جس کے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، پھر حضرت نے فرمایا کہ ''رحمتِ حق بہانہ می جوید بہانمی جوید'' کہ وہ ارحم الراحمین ہے وہ چاہے تو بدکار عورت کو کتّے کے پانی پلانے پر بخشدے آدمی کس چیز پر ناز کرے؟ بڑے بڑے عبادت گذار بن کر بگڑ جاتے ہیں، اور بہت سے بگڑ کر بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں آمین۔ اور عجب و پندار سے بچائیں، آمین۔

صرف دو چیزیں یاد ہیں

تو خیر! میں شیخ عبداللہ اندلسی کا واقعہ ذکر کررہا تھا کہ اب حضرت کا وہ وقت آ گیا کہ جس عصا سے منبرِ رسول پر خطبہ دیتے تھے اب اُسی عصا سے خنزیر چرارہے ہیں، طالبین کو درد تو ہوتا ہے وہ حضرات پہنچتے تھے اپنے شیخ کی خدمت میں زیارت کرتے تھے اور واپس آجاتے تھے، اور پھر سب کے سب رورو کر دعا کرتے تھے اپنے شیخ کیلئے ہدایت کی، بہرحال، ان کی دعا رنگ لائی اور ہدایت کا وقت آنا تھا وہ آ گیا، اب حضرت کے مریدین حضرت کی خدمت میں پہنچے اور پوچھا کہ حضرت آپ کو کوئی حدیث یاد ہے؟ تو حضرت نے ایک حدیثِ پاک سنائی کہ ''من بدّل دینہ فاقتلوہ'' اور فرمایا کہ بس مجھے یہی ایک حدیث یاد ہے، پھر مریدوں نے پوچھا کہ حضرت قرآنِ کریم کی کوئی آیت بھی یاد ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں صرف ایک آیت یاد ہے ''ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم'' پھر اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اور پھر دوبارہ بغداد تشریف لائے، اور ادھر اللہ تعالیٰ کا ایک اور کرم یہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام علوم عطا فرمادیئے، قرآنِ کریم بھول چکے تھے وہ بھی یاد آ گیا، پھر شاگردوں نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت سمجھ میں نہیں آتا کہ جس آزمائش سے آپ گذرے اس کا سبب کیا ہوا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں جو وجہ بتا رہا ہوں اس کو تم ہمیشہ یاد رکھنا، اس کا سبب یہ ہوا کہ جب میں نصاریٰ کی بستی سے گذرا تو وہ لوگ صلیب کی پرستش کررہے تھے، تو میرے دل میں ان کی حقارت آ گئی، بس حقارت کا آنا تھا کہ آزمائش شروع ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مرض میں مبتلا ہونے سے بچائیں، حقارت تو اتنی بری چیز ہے کہ آدمی کی کیا ہم خنزیر کی بھی حقارت نہیں کرسکتے، کیونکہ خنزیر کے متعلق حضرت حکیم الامت نے فرمایا ہے کہ جانوروں میں خنزیر وہ واحد جانور ہے جو تہجد میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو حقارت تو اس کی بھی نہیں کرسکتے، چہ جائیکہ بندۂ مؤمن کی اور بندۂ مؤمن سے بڑھ کر کہ عالم کی اور عالم سے بڑھ کر ولی اللہ کی ان کے ساتھ ہم بدگمانیاں کریں گے پھر ہمارا کیا بنے گا؟ حضرات! یہ چند باتیں میں اپنے نفع کیلئے کہہ رہا ہوں مجھے تو ان باتوں سے نفع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان بدگمانیوں سے ہماری حفاظت فرمائیں، آمین، تو شیخ عبداللہ اندلسیؒ نے فرمایا کہ جب نصاریٰ کی حقارت میرے دل میں آئی تو اسی وقت ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی کھڑکی کھلی اور کوئی پرندہ اڑ گیا اور ایمان ہاتھ سے چلا گیا۔

سوئے ظنی سوئے خاتمہ کا سبب ہے

اس بناء پر حاجی فاروق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ سوئے ظنّی سوئے خاتمہ کا سبب ہے۔ بدگمانی اپنے ساتھ ہو، مسلمان کے ساتھ یک طرفہ حسنِ ظن برتو، یہ مرض عام ہوتا جارہا ہے کہ بلاتحقیق کسی سنی سنائی بات کو یقین کا درجہ دیکر تبصرے شروع کردیتے ہیں کہ فلاں آدمی یوں کررہا ہے، فلاں یوں کررہا ہے، طلبہ مہتمم صاحب سے بدگمان، شاگرد استاذ سے بدگمان، کمیٹی اپنے امام سے، باپ اپنے بیٹے سے، بوس اپنے ملازم سے، بیوی اپنے شوہر سے بدگمان، اور ہوتا یہ ہے کہ ان بدگمانیوں کا کچھ سر پیر نہیں ہوتا اور تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے دوریاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، اور سن لو! اگر تحقیق بھی ہو تو تحقیر نہیں کرسکتے یہاں بلاتحقیق باتوں پر یقین کرکے ان کو یقین کا درجہ دیکر پھیلایا جاتا ہے، اور اپنے سوءِ خاتمہ کا سبب آدمی خود بنتا جارہا ہوتا ہے۔

بیہقیٔ وقت محقّقِ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے اور بڑی محتاط گفتگو فرماتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جو آدمی اہل اللہ کے ساتھ بدگمانی برتتا ہے جس کا جی چاہے مرنے کے بعد اس کی قبر کھولکر دیکھ لے اس کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے، بڑی تحقیق کے ساتھ حضرت نے یہ بات بیان فرمائی، تو بات یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بدگمانی سے بچائیں۔

جو آیت میں نے شروع میں آپ کے سامنے پڑھی کہ یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن الخ قربان جایئے اللہ تعالیٰ کے کلام پر اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور رب کہتے ہیں ایسی ذات کو جو بتدریج نقائص سے نکالکر درجۂ کمال تک پہنچائے، تو دیکھئے، اللہ تعالیٰ جو کہ ہمارا رب ہے ہماری کیسی تربیت فرمارہے ہیں یوں نہیں فرمایا کہ بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ بلکہ فرمایا کہ کثرتِ گمان سے اپنے آپ کو بچاؤ اور کثرتِ گمان گناہ نہیں ہوتا لیکن یہ بلاوجہ کی بری عادت ہے، اور جو اس چیز کا عادی ہوتا ہے تو پھر وہ یہی چیزیں سوچتے رہتا ہے مثلاً

کہیں دو آدمی کھڑے ہیں تو اب ایسا شخص سوچتا ہے کہ یہ دو آدمی مجھے دیکھ ہنس رہے ہوں گے، اور یہ جو دو آدمی کھڑے ہیں یہ میرے بارے میں باتیں کر رہے ہوں گے، اور فلاں آدمی سنیما دیکھ کر آ رہا ہوگا، کسی کو رات کے وقت کہیں سے آتا دیکھا تو سوچتا ہے کہ یہ کسی نامحرم کو مل کر آ رہا ہوگا، یہاں سے کثرتِ گمان کی ابتداء ہوتی ہے، اور کثرتِ گمان یعنی بلا وجہ اپنے بھائی کے بارے میں کوئی خیال لانا جب آدمی اس پر کنٹرول نہیں کرتا تو پھر یہ ''ان بعض الظن اثم ''یعنی نوبت پھر یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بعض گمان گناہ ہو جاتے ہیں، بدگمانی کی نوبت آ جاتی ہے۔

تحقیق تفریق سے بچائے گی

اس پر مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے جا رہے تھے اور سامنے سے حضرت علیؓ آ رہے تھے، اور ایک آدمی وہاں پر کھڑا تھا جہاں سے دونوں گذر رہے تھے اور حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کا ہمیشہ سلام میں پہل کرنے کا معمول تھا اور خلافِ معمول حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتبہ سلام میں پہل نہیں کیا بلکہ اس مرتبہ سلام میں پہل حضرت علیؓ نے کی، جو تیسرا آدمی یہ سب دیکھ رہا تھا اس کے دل میں بدگمانی آ گئی وہ کیا بدگمانی آئی خیال آیا اور اسی طرح خیال ہی سے بدگمانی کی ابتداء ہوتی ہے وہ آدمی سوچنے لگا کہ ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ سے ناراض ہے اسی لئے انہوں نے آج سلام میں پہل نہیں کی، اور وہ آدمی سیدھا پہنچا آپ ﷺ کی خدمت میں، اور کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ ابوبکرؓ کے دل میں علیؓ کی طرف سے بغض ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تجھے کیسے پتہ چلا؟ تو اس شخص نے پورا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ دیکھو! یہ ہو رہی ہے تحقیق اور ہم لوگ بلا تحقیق عمل کرتے ہیں اور کسی نے کچھ کہہ دیا اس کو مان کر اس پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار شروع کر دیتے ہیں، حضرت مسیح الامت فرماتے تھے کہ اب تو دور ایسا ہے کہ کسی کی طرف سے بھی کشیدگی کا اظہار نہ ہو، آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ اور دونوں حضرات کو بلا کر لاؤ، دونوں حضرات تشریف لائے دربارِ نبوی ﷺ میں آپ ﷺ نے پہلے حضرتِ ابوبکرؓ سے فرمایا کہ ابوبکر میں نے تمہارے متعلق ایسا ایسا سنا ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے کہ میں ہمیشہ سلام میں پہل کرتا ہوں اور علماء جانتے ہیں کہ سلام میں پہل کرنے میں ثواب زیادہ ہے بنسبت جواب دینے کے، حالانکہ سلام کرنا سنّت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، واجب کا ثواب تو سنت سے زیادہ ہونا چاہئے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہل کرنے میں نفس پر چوٹ پڑتی ہے، تواضع پیدا ہوتی ہے، تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ پہل میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول مجھ پر زیادہ ہوتا تھا بہ نسبت حضرت علیؓ کے، تو آج میں نے یہ سوچا کہ حضرت علیؓ کو ثواب زیادہ ملے بس یہی غرض تھی، اب ہم دیکھیں کہ تیسرے آدمی نے کیا خیال کیا؟ اور حضرتِ ابوبکرؓ کا کیا خیال تھا لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کثرتِ خیال اور کثرتِ گمان سے بچائیں۔

مال کہاں سے آتا ہے؟

ایک اللہ والے تھے ان کے پاس مال تھا تو ایک آدمی کا بس یہی تجسّس تھا کہ ان کے پاس مال آتا کہاں سے ہے؟ اور کھاتے کہاں سے ہیں؟ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے پاس مال آتا کہاں سے ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ کل آنا اس کا جواب کل دیں گے، اب جب وہ آدمی دوسرے دن اپنے گھر سے حضرت کی خدمت میں جانے لگا تو اس کے دل میں اتنی شدّت سے یہ تقاضہ ہوا کہ حضرت کے پاس جا رہا ہوں تو خالی ہاتھ کیسے جاؤں؟ کچھ لیکر جانا چاہئے اور جب وہ شخص حضرت کی خدمت میں آیا تو کہنے لگا کہ حضرت جواب تو بعد میں دینا پہلے میری طرف سے ہدیہ قبول کرو، تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی تمہارے سوال کا جواب ہو چکا، یاد رکھو! اہل اللہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے تو اس چیز کو مولانا رومیؒ کی مثال سے سمجھو، مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اس گڑھے کا حال کیا پوچھنا جس کا تعلق سمندر سے ہو، اس میں پانی کبھی ختم نہیں ہوگا، اب بدگمانیاں کر کے اپنے اعمال کو بیکار مت کرو۔

یکطرفہ حسنِ ظن رکھو

حضرت حاجی فاروق صاحبؒ حسنِ ظن پیدا کروایا کرتے تھے، اور یہی بزرگوں کی عادت ہوتی ہے، فرمایا کرتے تھے کہ سب سے یک طرفہ حسنِ ظن رکھا کرو قیامت کے دن آپ سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ آپ نے فلاں سے حسنِ ظن کیوں رکھا؟ ہاں! اگر آپ نے کسی کی طرف سے بدگمانی کی تو اس کا سوال ہوگا کہ ثبوت لاؤ بلا تحقیق آپ نے بدگمانی کیوں کی؟ تو فرمایا کرتے تھے کہ کیا ضرورت ہے اس چکّر میں پڑنے کی یک طرفہ سب سے حسنِ ظن رکھو۔

عامل لوگ لڑا دیتے ہیں

عزیزانِ من! یہ وہ اسباب ہیں کہ جس سے جماعتوں میں تفریق آتی ہے گھروں میں تفریق آتی ہے، اتفاق نا اتفاقی میں تبدیل ہوجاتا ہے، یہی بدگمانیاں سب جگہ لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہے، اور آجکل عامل لوگ لڑوادیتے ہیں، جان نہ پہچان عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لوگ جاکر ان عاملوں سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں یہ بتادو کہ جادو کس نے کیا ہے؟ ارے بھائی! تجھے آم کھانے سے مطلب پیڑ کا پتہ کیوں پوچھتا ہے؟ نہیں جی بتاؤ، اور جو پیشہ ور عامل ہوتے ہیں وہ بتادیتے ہیں کہ ٹھینگنا قد ہے ایسے کپڑے پہنے ہیں اور نام بھی رٹے ہوئے ہوتے ہیں، اور ایسا نام لیتے ہیں کہ لامحالہ ان ناموں میں سے کوئی تو گھر میں ہوگا حالانکہ اس بیچارہ کو پتہ بھی نہیں ہے ان عاملوں کی وجہ سے سگا بھائی سگے بھائی کا دشمن ہوگیا، بڑا بھائی عید کے موقع پر چھوٹے بھائی کو بلاتا ہے کہ بھائی آؤ مل کر کھاتے ہیں دوسرا بھائی کہتا ہے کہ میں تیری دہلیز پر بھی نہیں چڑھونگا تو نے تو ہم پر جادو کیا ہے، وہ بڑا بھائی روتا ہوا خاندان کے کسی بڑے آدمی کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو جادو کو جانتا بھی نہیں ہوں پتہ نہیں اس کا دماغ کس نے خراب کردیا؟ اب اس چھوٹے بھائی کو بلایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اپنے بھائی کے گھر کیوں نہیں جاتا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں فلاں عامل کے پاس گیا تھا اس نے مجھے بتلایا ہے کہ میں جو پریشانی میں آیا ہوں اس کی وجہ میرے بھائی کی بیوی ہے اس نے مجھ پر کچھ کروایا ہے اس لئے میں اس کے گھر نہیں جاتا۔

عزیزانِ من! اسکا کوئی ثبوت نہیں بلا ثبوتِ شرعی ہم کیسے یقین کرسکتے ہیں اس پر کوئی وحی تو نہیں آئی، آجکل آدمی ان عاملوں کے پاس جاکر اپنا ایمان ضائع کرتا ہے علاج کراؤ کوئی منع نہیں کرتا، لیکن معتبر لوگوں کے پاس، اس لائن میں بھی اچھے لوگ ہیں اہلِ حق ہیں ان کے پاس جاؤ علاج کراؤ اور علاج بھی حدود میں رہ کر، یہ بدگمانیوں کا پھاٹک نہ کھولو کہ کس نے ہمارے اوپر جادو کیا ہے؟ مثلاً بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت اپنی نند پر الزام لگاتی ہے کہ اس نے ہمارے اوپر جادو کیا ہے اب اس بات پر گھر میں جھگڑا چلتا ہے پھر بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ تو میرے گھر سے نکل جا تم نے میری بیٹی پر الزام لگایا ہے، بہت سے ایسے واقعات ہورہے ہیں، اور بعض مرتبہ جھگڑے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ باپ کہیں پر پیسے رکھ کر بھول جاتا ہے اب بچہ کو ماررہا ہے کہ تو نے پیسہ اٹھالیا ہے، حالانکہ وہ خود کہیں رکھ کر بھول گیا ہے بعد میں وہ مل بھی جاتے ہیں، لیکن بدگمانیوں کی وجہ سے لڑائی ہوتی ہے، یہ نمونے کے طور پر میں چند اشارے کررہا ہوں کہ گھروں میں کیسی بدگمانیاں ہورہی ہیں، عورتوں میں کیسی بدگمانیاں ہورہی ہیں، جماعتوں میں کمیونیٹی میں کیسی بدگمانیاں ہورہی ہیں اس سلسلہ میں ہمیں خوب غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بدگمانی تفریق کا سبب ہے

حاجی فاروق صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہی چیز ادارے میں بھی پیش آتی ہے کہ مہتمم نے چندہ کیا، اور بیچارے دردر جاکر بھیک مانگ کر پیسہ جمع کرتا ہے ادارے کو چلانے کیلئے یہاں حاجی فاروق صاحب مہتمم کے بارے میں ایک جملہ فرمایا کرتے تھے کہ لفظ مہتمم کے اندر ھَمّ کا مادّہ ہے اور ھَمّ کا معنی ہوتا ہے غم، تو یہ بیچارہ اس مادّے کی وجہ سے اکثر غم میں رہتا ہے لیکن طلبہ اور ذمہ داران اس پر بدگمانیاں کرکے اس کو پریشان کرتے رہتے ہیں، طلبہ کہتے ہیں کہ جتنی امداد آتی ہے مہتمم کھاجاتا ہے کہ وہ کمبل آئے امداد کے مہتمم صاحب نے وہ دبالئے، تو یہ وہ باتیں ہیں کہ جن سے بہت بڑی گمراہی کا راستہ کھلتا ہے۔

تجسس یہ موذی گناہوں میں سے ہے

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ''ولا تجسسوا'' تجسس کا بیان معاشرت کے آداب میں آتا ہے کہ جب دو آدمی لیٹے ہوئے ہو اور دو آدمی باتیں کر رہے ہو، یا ایک لیٹا ہوا ہو اور ایک جاگ رہا ہو اور وہ سونے والا یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ سویا ہوا ہے تو اپنا جاگنا ظاہر کر دے کھنکھار دے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی'' آداب المعاشرت'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پیشاب کے بہانے اٹھ کھڑا ہو، مبادا وہ لوگ پرائیوٹ بات کرنا چاہتے ہو تم کو بتلانا نہ چاہتے ہو اور وہ تجھے سویا ہوا سمجھ رہے ہو، لیکن افسوس کہ آجکل لوگوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جان بوجھ کر سونے کا بہانہ کر کے بستر پر پڑے رہتے ہیں حالانکہ وہ بیدار ہوتے ہیں اور پڑے پڑے سب باتیں سنتے رہتے ہیں اور اپنے کو سویا ہوا ظاہر کرتے ہیں، یہ ہے ''تجسس'' اس کی اجازت نہیں، حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو بات ایک مسلمان کسی کو سنانا نہیں چاہتا اس بات کو دوسرا کان لگا کر سننے کی کوشش کرے گا تو قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں رانگ اور سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا، تو یہ موذی گناہوں میں سے ہے۔ اور اس کے بعد پھر غیبت شروع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولا یغتب بعضکم بعضا الخ

غیبت دال روٹی بن کر رہ گئی ہے

غیبت کے متعلق آپ جانتے ہی ہیں اس کے متعلق فرمایا گیا کہ ''الغیبة اشد من الزنا او کما قال'' مفہوم یہ ہے کہ غیبت جو ہے وہ زنا سے بھی بدتر ہے، اب یہ غیبت زنا سے بھی بدتر کیوں ہے؟ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کی تشریح فرمائی کہ غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ غیبت کے متعلق حاجی فاروق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ غیبت یہ دال روٹی بن کر رہ گئی ہے، علماء کی مجالس ہو، پیروں کی مجالس ہو، تاجروں کی مجالس ہو، سب کی مجالسوں کے اندر غیبتیں ہوتی ہیں، حاجی فاروق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجلس میں لفظ ''لیکن'' آجائے تو ہوشیار ہو جاؤ کہ اب بارش کے بعد اولے برسیں گے یعنی غیبت شروع ہوگی، صاف فرمایا ہے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کہ شیخ کی مجلس میں بھی اگر غیبت شروع ہو تو وہاں سے بھی اٹھ جاؤ، یہ نہ دیکھو کہ شیخ کی مجلس ہے میں کیسے اٹھوں، نہیں، اٹھ جاؤ کیونکہ شریعت اوّل ہے شیخ کی بھی اس میں رعایت نہیں ہوگی، فرمایا کہ جیسے غیبت کرنا حرام ہے ایسے ہی غیبت کا سننا یہ بھی حرام ہے، اب یہ کہ غیبت کہتے کسے ہیں؟ غیبت کہتے ہیں پسِ پشت اپنے بھائی کی سچّی برائی کرنا، اگر ہم اس کی برائی کر رہے ہیں اور وہ چیز اس میں نہیں پائی جاتی پھر تو وہ بہتان ہے، اور بہتان تو غیبت سے بھی زیادہ بری چیز ہے، اب ہم اپنے اوپر غور کریں کہ ہمارا رویہ ہمارے بھائیوں کے ساتھ کیسا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت حفصہؓ کے متعلق آپ ﷺ کے سامنے اشارہ سے کہہ دیا کہ وہ ٹھگنی ہے، تو آپ ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا کہ تم سے غیبت ہوگئی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلانا تو ایسا ہے اور فلانا تو ایسا ہے یہ عیب بیان کرنا یہ بھی غیبت ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو حقائق بیان کر رہے ہیں، بھائی! یہی تو غیبت ہے، ویسے غیبت کی اجازت ہے کچھ موقعوں پر لیکن وہ مشروط ہے علماء حضرات اس کو جانتے ہیں کہ کہاں اس کی اجازت دی گئی ہے، حکیم الامت غیبت کے متعلق فرماتے تھے کہ ہمارے پاس بظاہر تو کوئی نیکیاں ہیں نہیں لوگ غیبتیں کر کر کے ہمارا نامۂ اعمال بھر رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ غیبتیں کرنا یہ لوگوں کے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے بھرنا اور اپنے نامۂ اعمال کو گناہوں سے بھرنا ہے، ایک تو ہمارے پاس نیکیاں ہی کم ہیں پھر کیا ضرورت ہے غیبتیں کر کے گناہ حاصل کرنے کی۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ کوئی حضرت کی غیبت کرتا اور حضرت کو اس کا پتہ چلتا تو حضرت اس کو کوئی چیز ہدیہ بھیجتے تھے حضرت سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس نے ہماری آخرت کا فائدہ کیا تو ہم نے اس کا دنیوی فائدہ کر دیا۔

غیبت جاہی گناہ ہے

تو خیر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حکیم الامتؒ نے اس کی تشریح کی ہے کہ غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ زنا جو ہے یہ تو باہی گناہ ہے یہ حضرت تھانویؒ کے الفاظ ہیں اور غیبت جو ہے یہ جاہی گناہ ہے، اور حضرت فرماتے ہیں کہ باہی گناہ کا تعلق خواہشاتِ نفس سے ہے کہ زنا کر کے آدمی کیسا بھی ہو

اس کے دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے اندر سے کڑھن پیدا ہوتی ہے کہ میں نے گناہ کیا غلطی کا احساس آدمی کو ہوتا ہے اور جس کی بدولت توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، برخلاف غیبت کے کہ کرنے والا غیبت کرتا ہے تو اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا اس بنا پر فرمایا کہ ''الغیبة اشد من الزنا'' تو یہ وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو اس آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہیں، ان آیتوں میں معاشرے کے آداب بیان کئے گئے ہیں، تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان سب گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

بلا وجہ نہ ذکرِ خیر سنو، نہ ذکرِ غیر سنو

حاجی فاروق صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم آدم خور نہیں ہیں، حلال کھاتے ہیں، اوراس آیت میں فرمایا ہے کہ جتنے بھی غیبت کرنے والے ہیں وہ آدم خور ہیں، مردار بھائی کا گوشت کھاتے ہیں اور حدیثِ پاک میں اس کی دلیل موجود ہے، وہ دو عورتوں کا قصہ مشہور ہے، جب آدمی غیبت کرتا ہے تو وہ گناہ کا کام کرتا ہے لیکن گناہ کر کے بھی گناہ کا احساس تک نہیں ہوتا، اس لئے بعض بزرگ فرماتے تھے کہ بلا وجہ نہ ذکرِ خیر سنوا، ور نہ ذکرِ غیر سنو، حضرت تھانویؒ کی عادت تھی کہ جب کسی کی بات میں لفظِ ''فلانا'' آجاتا تھا تو حضرت فرماتے تھے کہ میرے پاس فرصت نہیں ہے بات سننے کی پہلے اس فلانے کو بلا کر لا پھر تیری بات کو میں سنونگا۔

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس تو کسی کی مجال ہی نہیں تھی کہ کوئی کسی کا ذکر کرے، کسی کی نہیں سنتے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی طبیعت میں شفقت کا غلبہ تھا کوئی آکر کہتا تھا کہ فلانے نے ایسا کیا تو سر جھکا کر سنتے رہتے تھے بعد میں فرماتے تھے کہ بھائی تو تو جھوٹ بولا وہ آدمی تو ایسا نہیں ہے، بعض آدمی کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیبت کرتے تو نہیں ہیں لیکن مزہ لیکر سنتے ہیں، تو سننا بھی اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ غیبت کرنا گناہ ہے، یہ وہ اسباب ہیں، جن کی وجہ سے بھائی چارگی کا رشتہ پاش پاش ہو رہا ہے، گھروں کے اندر نفرتیں پیدا ہو رہی ہیں، ایک ہی مسجد کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود آپس میں خلیج بڑھ رہی ہے، ایک تو ہم دین پر ایک فیصد بھی چلنے والے نہیں، اس ایک فیصد میں بھی نفرتیں پیدا ہو گئیں، یاد رکھو! پھر ہماری تباہی میں کوئی شک نہیں اگر یہی ہمارا طرزِ عمل رہا تو تباہی یقینی ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين

وعظ

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ

حضرت کا یہ وعظ کینیڈا میں ہوا

نحمده ونصلي على رسوله الكريم . امابعد!

عید کے چاند کی بے چینی ہر ایک کو رہتی ہے

بزرگانِ محترم! یہ ایک فطری بات ہے کہ عام اشخاص اور افراد جس قدر عید کیلئے بے چین ہوتے ہیں اتنے رمضان شریف کیلئے نہیں یہ فطری بات ہے، میری اپنی زندگی کا یہ تجربہ ہے کہ لوگ رمضان کا چاند اس شوق اور جذبہ کے ساتھ کم دیکھتے ہیں یا دکھائی بھی دیتا ہو تو کچھ دھندلا معلوم ہوتا ہے، مگر عید ایک ایسی چیز ہے کہ گذشتہ سال میں زامبیاء میں تھا تو ایک صاحب کہنے لگے کہ دنیا میں اگر کہیں بھی چاند ہوا تو ہم تو عید کریں گے یہ طے ہے بالکل یہ گویا انہوں نے اپنے جذبہ کا اظہار کیا، تو آپ کو عید کا جیسا شوق ہے شاید آپ سے زیادہ مجھے ہو اس لئے کہ میں شکر کا مریض ہوں، اس لئے یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ بعض اعتبارات سے جذبات کو ٹھیس بھی پہنچتی ہے مگر اس میں ایک کام کی بات آپ سن لیں، بہت بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے چاند کا مسئلہ ہو یا سورج کا مسئلہ ہو یا کوئی ذاتی اندرونی مسئلہ ہو، ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ آدمی ایک بات طے کر لیتا ہے اپنے جذبۂ نفس سے اور طبیعت سے اور دلائل اس کے بعد فراہم کرتا ہے، اس کی ایک مثال ہم آپ کو دیں، ہمارے یہاں مدرسوں میں بعض دفعہ کسی طالب علم کو یہ شوق ہوتا ہے کہ مجھے سورت جانا ہے، لیکن چونکہ مدرسہ کا ایک نظام ہے مدرسہ کی پابندی یہاں جیسی آزادی اور خرافات تو وہاں ہے نہیں، تو طبیعت میں اگر یہ شوق ہوا اور نفس میں جذبہ ابھرا کہ سورت تفریح کرنے جانا ہے تو یہ ایک خواہش اور رغبت ہے جو اس کے نزدیک طے شدہ ہے، اب دلائل وہ فراہم کرے گا کہ چونکہ ماموں کا خط آیا ہے، اور چونکہ طبیعت بھی علیل ہے نزلہ بھی ہو رہا ہے اور چونکہ فلاں صاحب سے بھی ملنا ہے اور فلاں کام بھی ہے وغیرہ تو یہ جو پچیس (۲۵) دلائل قائم کرے گا وہ سب بعد میں فراہم ہوتے ہیں، یہ ایک فطری چیز ہے کہ بعض دفعہ نفس ایک چیز طے کرتا ہے پھر اس کی دلائل کی تلاش میں رہتا ہے، تو اگر ایسی کوئی شکل کسی شخص کے ذہن میں ہو کہ نہیں کل تو عید کرنا ہی ہے تو یقیناً وہ کچھ نہ کچھ دلائل طے کرتا ہی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں اب وہ کہیں سے بھی کچھ نہ کچھ دلائل ڈھونڈ ڈھانڈھ لائیگا۔

ہم نے تو چاند دیکھا

لکھنؤ میں ایک مفتی صاحب کے پاس دو آدمی آئے اور کہا کہ ہم نے عید کا چاند دیکھا ہے، مفتی صاحب نے فیصلہ کر دیا عید کے بارے میں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، وہ بدقسمتی سے تھے چلتے پرزے تحقیق کی گئی بعد میں تو پتہ چلا کہ کہیں بھی چاند نہیں ہوا تو ان کو بلا کر بعد میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ہماری بات بالکل صحیح ہے ہم قسم کھا سکتے ہیں اس پر، کہا گول مول نہ کہو، جو صحیح ہو وہ کہو، تو انہوں نے کہا بالکل قسم کھا سکتے ہیں، قرآن اٹھا سکتے ہیں، جو چاہے وہ کر سکتے ہیں چاند ہم نے دیکھا ہے، ان سے کہا گیا کسی شخص نے نہیں دیکھا؟ آخر تم نے کہاں دیکھا؟ کیسا دیکھا؟ کس قسم کا دیکھا؟ جب بہت زیادہ ان پر دباؤ اور پریشر ہوا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کہاں کہا کہ چاند ہم کو دِکھا، ہم نے تو چاند دیکھا، اب دیکھنے کے بعد وہ دکھا، نہیں دکھا، وہ دوسری چیز ہے، یعنی جو کوشش تھی اور سعی تھی عقلمند اس کو ذکر کر رہا تھا کہ چاند ہم نے دیکھا ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، سعی کی، اس کو وہ کہتے تھے کہ چاند ہم نے دیکھا، اب آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ دیکھنے کے بعد چاند ہم کو دکھا، یا نہ دِکھا، تو ہم کہتے کہ نہیں دکھا، لیکن ہم نے تو یہ کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔

توریہ

توریہ توریہ کی زبان جو ہے وہ اس جذبہ کے تحت درحقیقت ہے، آدمی اگر کسی مصیبت میں پھنس جائے تو یہ توریہ کرنا الگ بات ہے جیسے حضرت صدیقِ اکبرؓ نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، تو ایک آدمی نے پوچھا چونکہ دشمن لگے ہوئے تھے کہ "من ھذا الرجل" تو صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ "رجل

یھدینی ‘‘ کہ یہ ایک آدمی ہے جو مجھے راہ بتلاتے ہیں، وہ یہ سمجھا کہ راستہ بتانے والے جو رہنما اور قائد ہوتے ہیں وہ مراد ہے اور صدیقِ اکبرؓ کا یہ منشاء تھا کہ وہ خدا کا اور آخرت کا راستہ بتلانے والے ہیں، تو فرمایا کہ رجـــل یھـدینـی کہ ایک آدمی ہے جو راہ بتلاتے ہیں، یا امام شافعیؒ سے خلیفۂ وقت نے پوچھا جو خلقِ قرآن کا قائل تھا مامون اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں؟ یاد رہیں کہ قرآن مخلوق نہیں ہے اس لئے کہ جو مخلوق ہوتی ہے وہ حادث ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی جتنی بھی صفات ہیں وہ دائمی ہیں، لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ اس کی طرف سے زیادتی ہو رہی تھی، تو امام شافعی سے جب پوچھا گیا کہ کیا آپ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ قرآن کیا زبور، تورات، انجیل، ’’ھذہ اربعة مخلوقة ‘‘ یہ چاروں کی چاروں مخلوق ہیں، وہ یہ سمجھا کہ تورات بھی مخلوق، زبور بھی مخلوق، انجیل بھی مخلوق، قرآن بھی مخلوق، اور امام شافعیؒ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یہ چاروں انگلیاں مخلوق ہیں، انہوں نے اس طرح گنوادیا انگلی سے اشارہ کر کے کہ قرآن، زبور، تورات، انجیل، یہ چاروں مخلوق ہیں کہ ’’ھـذہ اربـعة مـخلوقة ‘‘ تو امام شافعیؒ اس سے انگلیاں مراد لے رہے تھے اور وہ کچھ اور سمجھ رہا تھا، تو وہاں چونکہ جابر و قاہر بادشاہ تھا اس لئے یہ شکل اختیار کی گئی، یا جیسے مثلاً امام شافعیؒ کی والدہ نہایت امین تھی اور لوگوں کی امانتیں اپنے پاس رکھتی تھیں، دو شخص آئے انکے پاس اور آنے کے بعد ایک چادر رکھ گئے اور یہ کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں نہ آئے کسی کو مت دینا یہ بالکل پکی بات، اس کے بعد یہ ہوا کہ ان میں سے ایک کی نیت بگڑی اور اس نے آکر چادر مانگی اور امام شافعی کی والدہ کو یاد نہیں رہا انہوں نے دیدی، اس کے بعد دوسرا آیا اور کہا کہ چادر لاؤ انہوں نے کہا کہ چادر تو دیدی، یہ شخص کہنے لگا کہ آپ نے چادر دی کیوں؟ جب یہ طے تھا تو اس کے خلاف کیا کیوں؟ وہ بگڑنے لگا، اتنے میں امام شافعیؒ تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا صورتِ حال ہے؟ واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے بتلایا، تو اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آپ چادر لینے کی شرط بیان کریں، تو وہ کہنے لگا کہ ہم نے یہ کہا تھا ان سے کہ جبتک ہم دونوں نہ آئے آپ چادر کسی کو نہ دینا، اور انہوں نے دیدی، تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمہاری شرط دونوں کے آنے کی تھی لہٰذا دونوں آیئے ساتھ چادر مل جائے گی، آپ اپنی شرط پر عمل کرے چادر آپ کی کہیں گئی نہیں، وہ آیا تھا خود بھی اکیلا، تو ایک شکل توریہ کی بھی ہوتی ہے۔

مطلع صاف یعنی مسئلہ صاف

تو بعضوں کے جذبات کو یقیناً ٹھیس لگے گی مگر احسن شکل یہی ہے، ویسے مسئلہ ہے مختلف فیہ اور اس میں شکوک بہت ہیں اور تفصیلات بہت ہیں، سلامتی اس میں ہے کہ مطلع بہت صاف ہے میں نے بھی مغرب بعد جاکر بہت کوشش کی کہ میں چاند دیکھوں، اونچا ہو ہو کر میں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر مجھے بھی دکھائی نہیں دیا چاند ورنہ کسی دلیل و پروف کی ضرورت نہیں تھی، تو حق یہ ہے کہ ایسی صورت میں کہ جب اطلاعات موصول نہیں ہوئی ہیں، اور رہا انگلینڈ کا معاملہ کہ وہاں سے بہت سے لوگوں کے پاس فون آیا کہ چاند ہو گیا ہے، تو ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ انگلینڈ جو ہے وہ صحیح نہیں ہے وہاں کے لوگ صحیح نہیں ہیں وہاں صالحین رہتے ہیں، متقین رہتے ہیں، وہاں پر عابدین رہتے ہیں، داعیین رہتے ہیں، علماء رہتے ہیں، مفتین رہتے ہیں، اتقیاء رہتے ہیں، یہ سب اپنی جگہ مسلم، لیکن یہ پہلو کہ مطلع بالکل صاف تھا، ہاں! اگر بادل کی شکل ہوتی اور مولانا خلیل صاحب زور لگا لگا کر سمجھاتے تب بھی ہم یہی کہتے کہ نہیں انگلینڈ کی خبر پر اعتبار کر لیا جائے مگر یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ مطلع بالکل صاف تھا۔ اور مطلع صاف یعنی مسئلہ صاف، ایک صاحب مطلع کو مسئلہ کہا کرتے تھے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مطلع صاف ہو تو مسئلہ صاف ہو جاتا ہے، تو مطلع کے صاف ہونے کی وجہ سے احتیاطی پہلو یہی ہے کہ ایک روزہ اور رکھ لیا جائے،

ورنہ تو ہر ایک اپنی رائے رکھتا ہے

ورنہ ایک طبقہ اس کا بھی قائل ہے کہ جب سعودیہ ہمارے لئے اصل ہے تو ہم اس پر عید کیوں نہ کریں؟ حالانکہ وقت کا جو تفاوت ہے اس اعتبار سے یہ پہلو قابلِ گفتگو ہے، اور ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ کیا پاکستان اسلامی حکومت نہیں ہے؟ لہٰذا ہم اس کے مطابق عید کریں، اور ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ جوب کا مسئلہ ہوتا ہے اب کہ تو خوش قسمتی ہے لوگوں کی دعاؤں کی برکت کی وجہ سے کہ سینیچر اتوار کا مسئلہ آ گیا ہے ورنہ وہ بھی ایک مستقل مسئلہ رہتا ہے، اور انگلینڈ میں تو بہت سوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم نے تو پہلے سے یہ طے کر لیا ہے کہ چاہے چاند

دکھے یا نہ دکھے عید کرنا ہی ہے ہم کو، یہ ایسا ہی ہوا جیسے ایک مولانا مسئلہ بیان کررہے تھے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی تو ایک صاحب کہنے لگے کہ ہوجاتی ہے، مولانا نے کہا کہ نہیں ہوتی وہ کہنے لگے کہ ہوجاتی ہے کہا نہیں ہوتی کہا ہوجاتی ہے کہا بھائی نہیں ہوتی کہا ہوجاتی ہے، کہا کیسے ہوجاتی ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہم نے بار بار پڑھی ہے ہوگئی ہماری نماز، تو وہ ہونے کا مطلب خدا جانے کیا سمجھا انہوں نے کہ جھکنا ہوگیا ٹیڑھا ہونا ہوگیا اور وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ عنداللہ معتبر نہیں ہوتی، تو عید اگر پہلے سے کنفرم کردی جائے اور فکس کردی جائے کہ چاہے چاند نہ دکھے تو وہ عید واقع ہوجائے گی، مگر کس شان کی ہوگی وہ ایک چیز ہے مستقل۔

آدھا ہوگیا آدھا باقی ہے

اس لئے فقہی مسئلہ یہ ہے کہ ''صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته'' کہ چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، اور اگر غبار ہو مطلع صاف نہ ہو تو پھر اس صورت میں فقہاء نے اقرب البلاد کا لحاظ بھی بعض حالات میں کیا ہے کہ قرب کو ملحوظ رکھا جائے اور قرب کو ملحوظ رکھ کر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، پھر قرب پر بحثیں کی ہیں اور اس پر دلائل قائم کئے ہیں مستقل، تو ان تمام چیزوں میں جانے کے بجائے سہل شکل یہ ہے کہ تراویح کا ایک مسئلہ تو آپ نے حل کرلیا ہے اب رہ گیا مسئلہ روزہ کا، کہ آدھا ہوگیا، آدھا باقی ہے، تو جیسے وہ ایک طالب علم تھے وہ ایک شہزادی سے شادی کرنا چاہتے تھے کسی نے پوچھا اتنی بڑی تمنا آخر کچھ تیاری بھی کی ہے؟ اس نے کہا کہ آدھی تیاری ہوچکی ہے تو اس نے پوچھا کہ آدھی تیاری کی کیا ہے، تو اس نے کہا کہ شادی کی بنیاد دو چیزوں پر ہیں، میاں بھی راضی ہو اور بیوی بھی راضی ہو، تو میں تو راضی ہوں تو آدھا مسئلہ تو حل ہوگیا ہے، اب وہ راضی ہو تو اس کے راضی ہوتے ہی پورا مسئلہ طے ہوجائیگا، تو تراویح تو آپ لوگ پڑھ چکے ہو بے تکلف، اس لئے کل تو آپ سے کوئی تراویح پڑھنے کو نہیں کہے گا، اب رہ گیا مسئلہ ایک روزہ کا تو وہ رکھ لیجئے انشاء اللہ خیر ہی خیر ہے۔

خلفشار پیدا کرنا مناسب نہیں ہے

باقی یہ کہ دلائل میں اترنا چاہیں اور بحثیں کرنا چاہیں یا کوئی شکوک پیدا کرنا چاہیں تو ممکن ہے کچھ شکوک آپ لاسکتے ہیں، باقی یہ ہے کہ آپ منوانے پر ہی اترے ہیں تو پھر ہم بھی کچھ دلائل قائم کریں، پھر آپ کچھ دلائل قائم کریں، تو ہم سمجھتے ہیں کہ سحری کا وقت تو ایسے ہی ہوجائے گا اس میں لہٰذا دلائل میں پڑنے کی بجائے جیسے مولانا نے اعلان کیا ہے ذمہ دارانہ طور پر اس کا لحاظ کریں، اور مجھے بھی اس مسئلہ میں شرح صدر ہے اور میں متفق ہوں بالکل اس سے، اور انشاء اللہ اس میں خیر ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں گے، اور اللہ نے چاہا تو اتوار کو میری گفتگو اسی پر ہوگی کہ ہم آپس میں جوڑ اتفاق قائم رکھیں، ورنہ یہ ذہن میں رہے کہ کوئی کوئی پہلو کوئی کوئی شق نکل سکتی ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کی طبیعت میں کوئی خلش ہے اس کو سلجھانے کی غرض سے کوئی سوال کرے وہ الگ بات ہے باقی خلفشار پیدا کرنا مناسب نہیں ہے۔

مولوی کی چھتری میں پھنسا ہوں

اور جیسے خلفشار کی ایک شکل یہ ہے کہ یہاں تو کوئی دلیل نہیں لیکن باہر جا کر مثلاً کوئی یوں کہے کہ ان مولویوں کا دھندا ہی یہی ہے کہ جب چاہے عید کرے جب چاہے نہ کرے، ایک صاحب کہتے تھے کہ ایک آدمی چھتری لیکر جارہا تھا اس میں ایک کوّا اپھنس گیا، اب کوّا بیچارہ بڑا پریشان کسی نے کہا کہ تم تو بہت دفعہ پھنستے ہو اس دفعہ کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو وہ کوّا کہنے لگا کہ اس دفعہ مولوی کی چھتری میں پھنسا ہوں، معلوم نہیں مجھے حلال کردے بجائے حرام کے، تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بدعقیدہ ہوتے ہیں تو وہ اس قسم کی شقیں قائم کرتے ہیں، تو آپ معاف فرمائیں کہ یہاں ویسی شکل الحمدللہ نہیں ہے اطمینان کے ساتھ، بہت سوچ کر غور وفکر کر کے اللہ کے یہاں جواب دہی کا لحاظ کر کے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اگر کسی کا علم بہت زیادہ گہرا ہو، یا اسکے پاس بہت زیادہ دلائل موجود ہو، یا وہ آخرت کی ذمہ داری اپنے سر لیکر کہ کچھ کرنا چاہتا ہو تو وہ ذمہ دار ہے، باقی جتنی ہماری ناقص معلومات تھی، جتنی ہماری سعی وکوشش تھی وہ ہم نے کی، اور اللہ سے دعا بھی کی، اور سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ قوم میں خلفشار نہ ہو آج سب سے بڑی مصیبت یہی ہوگئی ہے، چنانچہ آج ایک صاحب کہنے لگے ہم سے چار بجے کے قریب کہ انگلینڈ میں چاند ہوگیا مولوی لوگوں کو چاہئے کہ ابھی سے اعلان کردیں کہ کل عید ہوگی، مغرب

مغرب نہیں چار بجے سے وہ تو زور دے رہے تھے اعلان کرنے کا، اب وہ سنیں گے اور کتنے گرجیں گے برسیں گے وہ ہم نہیں کہہ سکتے، باقی یہ کہ جس کو گرجنا ہو گرجے جس کو برسنا ہو برسے بہتر شکل یہی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں عافیت نصیب فرمائیں گے، اور اس میں خیر نصیب فرمائیں گے، کیوں بھائی آپ لوگ اس سے متفق ہونا، (مجمع نے بیک آواز ہو کر کہا، جی ہاں)

اور انشاء اللہ، اس میں بڑی خیر ہوگی، اور اللہ اس میں سکینت اطمینان اور خیر کی شکلیں پیدا فرمائیں گے، اور وہ سوال کا جواب مولانا دے چکے اس پر پھر غور کرنا، یقیناً بعض دفعہ یو۔کے کی خبر پر عید کی گئی ہے، لیکن چونکہ چاند بعض اور جگہ پر بھی دیکھا گیا تھا، یہاں مطلع صاف نہیں تھا، مزید اطمینانی شکل ہوگئی ہے اس وجہ سے اس کی حیثیت تائیدی ہوتی ہے، لہٰذا صرف اس کو بنیاد بنا کر اعتراض نہ کیا جائے، سارے پہلوؤں کو سوچا جائیں اور ماننے کا مزاج اگر پیدا ہو جائے تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

بہر حال، یہ چند کلمات تھے جو کہے گئے، اب اگر آپ باہر جا کر ہم دونوں پر صلوات برسائیں، اور اپنی نیکیاں ہمیں دیں تو ہم شکریہ ادا کرتے ہیں پہلے سے آپ کا، باقی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ برکت نصیب فرمائیں، عافیت نصیب فرمائیں، اور خیر مقدر فرمائیں۔ آمین.

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین

شبِ برأت، شرک کی قباحتیں

مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ

عنوانات	صفحات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم . امابعد!

وقد ورد فی الحدیث : (۱) عَنْ عَلی بنِ ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ اذا کانت لیلة النصفِ مِن شعبان فقوموا لیلهاوصوموا نهارها فان الله ینزل فیها بغروب الشمس الی سماء الدنیا فیقول الا من مستغفر لی فاغفرله، الا مسترزق فارزقه الامبتلًی فأُعافیه الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (ابن ماجه ، شعب الایمان للبیهقی مشکوة، کنزالعمال ، الترغیب والترهیب)

ترجمہ:- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تورات کو نماز پڑھواوراگلے دن روزہ رکھو، کیونکہ غروبِ شمس سے لیکر صبحِ صادق کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اورفرماتے ہیں ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اسے بخشدوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق دیدوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے مصیبت سے نجات دوں؟ ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ویسا،

وقد ورد فی الحدیث : (۲) عن عثمان بن ابی العاص عن النبی ﷺ قال اذا کان لیلة النصف من شعبان نادٰی منادٍ هل من مستغفر فاغفرله؟ هل من سائل فَاُعْطِیَهٗ؟ فلا یَسْأَلُ احدٌ شیئًا اِلّا اُعْطِیَ الّا زانیة بِفَرَجِهَا اَو مشرکٌ،(رواه البیهقی فی فضائل الاوقات ص ۱۲۵ وقال محققه عدنان عبد الرحمن اسناده حسن ، ورواه البیهقی فی شعب الایمان، جلد ۳ ص ۳۸۳)

ترجمہ:- حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں اس وقت خدا سے جو مانگتا ہے اس کو ملتا سوائے بدکار عورت اور مشرک کے۔

وقد ورد فی الحدیث :(۳) عن ابی موسیٰ الاشعری عن رسول الله ﷺ قال: ان الله لیطَّلِعُ فی لیلةِالنصفِ من شعبان فیغفر لجمیع خَلْقِهِ الّا لمشرکٍ اومشاحنٍ،(ابن ماجه ص ۱۰۱ ، شعب الایمان للبیهقی، جلد ۳، ص ۳۸۲، قال البانی فی تحقیقة المشکوة باسناد ضعیف، فیه ابن لهیعة وهو ضعیف وقد اضطرب فی اسناده وفیه انقطاع ایضا لمانص علیه المنذری لکن الحدیث قوی عندی لشاهده وقد ذکرتها فی تعلیقی علیٰ رسالة الاخ محمد نسیب الرفاعی فی هذه اللیلة، مشکوٰة، محقق، جلد ۱ ص ۴۰۹)

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات نظرِ رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

شبِ برأت میں کن لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی

وقد ورد فی الحدیث : (۴)عَنْ عَائشة فی حدیث طویل قالت قال رسول الله ﷺ اتانی جبرئیل فقال هذه الیلة لیلة النصف من شعبان ولله فیها عتقاء من النار بقدر شعور غنم کلب، لاینظر الله فیما الی مشرک ولاالٰی مشاحن ولاالٰی قاطع رحمٍ ولاالیٰ مسبل ولاالیٰ عاق الوالدین ولاالیٰ مدمن خمرٍ(شعب الایمان للبیهقی ص ۳۸۳/۳، ۳۸۵ ، قال البیهقی هذا اسناد ضعیف. واورده المنذری فی الترغیب والترهیب ،والسیوطی فی الدر المنشور)

ترجمہ: ''ایک طویل حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا کہ آج شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں اللہ تعالیٰ قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر آدمیوں کو آگ (یعنی عذابِ جہنم) سے نجات عطا فرمادیتے ہیں، مشرک، کینہ ور، قطع رحمی کرنے والے، ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور شراب کے رسیا (ہمیشہ شراب پینے والے) کی طرف نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے''

پندرہویں شعبان کے متعلق

محترم حضرات! آج کی یہ رات جس میں ہم لوگ جمع ہیں، یہ پندرہویں شعبان ہے، جسے ہم شبِ برأت کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ رات انتہائی فضیلت و بزرگی والی رات ہے اس رات کے متعلق دس جلیل القدر صحابۂ کرامؓ سے روایات منقول ہیں، جن کے اسماء گرامی درجِ ذیل ہیں (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت ابوہریرہ (۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۴) حضرت ابوثعلبہ خشنی (۵) حضرت عائشہ (۶) حضرت علی (۷) حضرت عوف بن مالک (۸) حضرت عثمان بن ابی العاص (۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (۱۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ جلیل القدر تابعین سے بھی بہت سی روایات منقول ہیں

پندرہویں شعبان کے متعلق تابعین کا عمل

مثلاً (۱) حضرت عطاء بن یسارؒ (متوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں

مامن ليلة بعد ليلة القدر افضل من ليلة نصف شعبان

کہ لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرہویں شب سے زیادہ کوئی رات افضل نہیں،

(لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي ص ٤٥)

(۲) علامہ ابن رجب حنبلیؒ (متوفی ۷۹۵ھ) تلمیذ علامہ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان ،لقمان بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون فيها فى العبادة وعنهم اخذ الناس فضلها وتعظيمها

(حواله بالا ص: ١٤٤)

اہلِ شام میں سے جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت خالد بن معدان، حضرت مکحول، حضرت لقمان بن عامر وغیرہ شعبان کی پندرہویں شب کی بڑی تعظیم کرتے تھے، اور اس شب میں خوب مبالغہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، انہی حضرات سے لوگوں نے شبِ برأت کی فضیلت و بزرگی کو اخذ کیا ہے، حضرت خالد بن معدان جن کا نام اوپر آیا وہ ۷۰ صحابۂ کرامؓ کی زیارت سے مشرف تھے، اور حضرت مکحول نے حضرت انس بن مالک، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوامامہ، حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، اور حضرت ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہم سے براہِ براست احادیث کی سماعت کی ہے، آپ کی وفات ۱۱۲ھ میں ہوئی ہے۔

حضرت لقمان بن عامر آپنے حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت کی ہے، ابنِ حبان نے آپ کو ثقات میں لکھا ہے (فضیلت کی راتیں، فضائل ومسائل)

پندرہویں شعبان کے متعلق علماء کے اقوال

اور اس رات کے متعلق بلادِ عرب کے مشہور محقق عالم شیخ زاہد الکوثری نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں جو احادیث آئی ہیں، ان میں سے آٹھ احادیث صحت کو پہنچ رہی ہے، اور امت کا چودہ سو سالہ متوارث عمل یہ اس کی دلیل ہے کہ پندرہویں شعبان کی فضیلت ثابت ہے۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ شرحِ ترمذی میں لکھتے ہیں کہ

هذه الليلةهى ليلة البراء ة لها فضل كثير وفيها احاديث كثيرة

اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شب برأت کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں سے بیشتر علامہ سیوطی نے ''الدر المنثور'' میں جمع کر دی ہیں، یہ تمام روایات سنداً ضعیف ہے، لیکن ان روایات کے ضعف کے باوجود شب برات میں اہتمام عبادت بدعت نہیں ہے، اول تو اس لئے

کہ روایات کا تعدد اوران کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ لیلۃ البرات کی فضیلت بے اصل نہیں، دوسرے امت کا تعامل لیلۃ البراءت میں بیداری اور عبادت کا خاص اہتمام کرنے کا رہا ہے، اور جو بھی ضعیف روایت مؤید بالتعامل ہو وہ مقبول ہوتی ہے، لہٰذا لیلۃ البراءت کی فضیلت ثابت ہے، اور ہمارے زمانے کی فضیلت کے بعض ظاہر پرست لوگوں نے احادیث کے محض اسنادی ضعف کو دیکھ کر لیلۃ البراءت کی فضیلت کو بے اثر قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ درست نہیں (درسِ ترمذی)

شب برات کے متعلق اسلاف کا نظریہ

علامہ ابن الحاج مالکیؒ (متوفی ۷۳۷ھ) شبِ برات کے متعلق اسلاف کا نظریہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''ولا شك انها ليلة مباركة عظيمة القدر عند الله تعالىٰ......وكان السلف رضى الله عنهم يعظمونها ويشمرون لها قبل اتيانها فما تأتيهم الاوهم متاهبون للقائها والقيام بحرمتها علىٰ ماقد علم من احترامهم للشعائر علىٰ ماتقدم ذكره''

اور کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عظمت والی ہے اور (ہمارے) اسلاف رضی اللہ عنہم اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لئے تیاری کرتے تھے، جب یہ رات آتی تھی تو وہ اس کی ملاقات اور اس کی حرمت وعظمت بجالانے کے لئے مستعد ہوتے تھے، کیونکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وہ شعائر اللہ کا بہت احترام کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا۔

یاد رہے کہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کا یہ بیان کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا، آپ یہ بیان اس کتاب میں دے رہے ہیں جو آپ نے خاص کر بدعات کی تردید میں لکھی ہے اس میں آپ شبِ براءت کے متعلق اسلاف کا نظریہ اور طریقہ (یہ مضمون ادھورا ہے)

یہاں تک تو بات ہوئی اس رات کی نفسِ فضیلت اور اس کے متعلق جو روایتیں ہیں اس کی۔

اب یہ کہ اس رات میں کیا عمل کرنا چاہئے اور اس کے بعد والے دن کیا عمل کرنا چاہئے، کیا اس سلسلے میں کوئی خاص عمل مذکور ہے

کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

تو اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقہ سے عبادت کی جائے، جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شب برات میں ایک خاص طریقے سے نماز پڑھی جائے، مثلاً پہلی رکعت میں فلاں سورت اور دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی اتنی مرتبہ پڑھی جائے وغیرہ وغیرہ، اس کا کوئی ثبوت نہیں یہ بالکل بے بنیاد بات ہے (اصلاحی خطبات جلد ۴ ص ۲۶)

تو اگر اب کوئی شب بیداری کرنا چاہتا ہے تو وہ اس میں کیا عمل کریں؟ اور شب بیداری کا مطلب کیا ہے؟

ومعنى القيام ان يكون متنفلاً معظم الليل قيل بساعة منه يقرأ او يسمع القرآن او الحديث او يسبح اويصلى على النبى ﷺ (مراقى الفلاح مع حاشيه طحطحاوى، ص ۳۲۶)

شب بیداری کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کے اکثر حصہ میں اور ایک قول کے مطابق کچھ حصہ میں قرآن وحدیث کے پڑھنے یا سننے میں مشغول رہے یا تسبیح پڑھتا رہے، یا نبی ﷺ پر درود بھیجتا رہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس رات میں شب بیداری کے لئے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی خدا کو یاد کرسکیں، چاہے قرآن وحدیث کی تلاوت وسماعت میں مشغول رہیں، چاہے تسبیح پڑھتے رہیں، چاہے درود شریف اور چاہے تو نوافل پڑھتے رہیں۔ (فضیلت کی راتیں، فضائل ومسائل)

اور اگر کسی کے ذمہ قضا نمازیں ہیں تو اس کو پڑھیں جتنی بھی پڑھ سکے، اور ساتھ ہی آج سے یہ معمول بھی بنالیں کہ اب سے روزانہ کم از کم چھ نمازیں جو اس پر قضا نمازیں ہیں اس میں سے پڑھے گا، اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ کی پانچ نماز کے ساتھ اسی طرح کی ایک ایک نماز اور وتر کے ساتھ وتر کی نماز پڑھ لیں، یہ تو کم از کم

ہے ورنہ جتنی زیادہ پڑھ سکتا ہو پڑھے، اور مسئلہ بھی یادرکھے کہ بلا عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے، اور اگر کسی نے قضا نماز نہیں پڑھی اور اچانک مرگیا تو دوہرا گناہ ہوا، ایک تو نماز کے قضا ہونے کا، اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا، اور قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، البتہ خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو، کسی بے نمازی نے توبہ کی، تو توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتی، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہوگیا، مگر سب نمازوں کی قضا پڑھنی تو واجب ہے، اب یہ کہ اس کے لئے نیت کیا کریں؟ تو اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی نمازیں جتنی میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح ہر نماز کیلئے یوں ہی نیت کرے، (مسائلِ بہشتی زیور)

شب بیداری کے لئے مساجد میں اکھٹا ہونا؟

لیکن یہ یادرکھیں کہ شب بیداری کیلئے مسجدوں میں ہرگز اجتماع نہ کیا جائے، فقہاء کرام نے فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کیلئے مسجدوں میں اجتماع کو مکروہ لکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفیؒ لکھتے ہیں

ویکرہ الاجتماع علیٰ احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد(البحر الرائق جلد ۲
ص: ۵۲)

کہ فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کے لئے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے۔

اس رات میں قبرستان جانا

اس رات میں ایک اور عمل ہے، جو ایک روایت سے ثابت ہے، وہ یہ کہ حضورِ نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اور مردوں کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی اس لئے اس رات میں قبرستان جانا اور اموات کے لئے دعاءِ مغفرت کرنا مستحب ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

افضل ایام الزیارة اربعة ، یوم الاثنین والخمیس والجمعة والسبت وکذا فی اللیالی المتبرکة لاسیما لیلة البراءة (الفتاوی الهندیه جلد ۵ ص ۳۵)

زیارت قبور کے افضل دن چار ہیں، پیر، جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اسی طرح متبرک راتوں میں بھی زیارتِ قبور افضل ہے، بالخصوص شبِ برأت میں۔

البتہ اس میں یہ یادرہے کہ آپ ﷺ اکیلے قبرستان تشریف لے گئے تھے، اس لئے اکیلے جائیں، جتھے اور جماعت بنا کر نہ جائیں، اور شریعت کے مطابق فاتحہ پڑھ کر واپس آجائیں، اور صرف مرد جائیں، عورتیں نہ جائیں اور مرد بھی اس رات قبرستان جانے کو فرض وواجب کی طرح ضروری نہ سمجھیں (فضیلت کی راتیں، فضائل ومسائل)

اس کے متعلق مفتی تقی عثمانی نے شیخ الہند کا ایک ملفوظ ذکر کیا ہے وہ نقل کرتا ہوں جو ہماری اس سلسلہ میں بہترین رہنمائی کرے گا حضرت لکھتے ہیں کہ حضرت والدصاحبؒ حضرت شیخ الہندؒ سے سنا ہوا ایک اور زرّیں اصول بھی بیان فرماتے تھے۔ جس سے احقر کو بہت سے مسائل میں بہت فائدہ پہنچا۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ سے جو مختلف اعمال منقول ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ بعض اعمال تو ایسے ہیں جن کے بارے میں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو معمول بنالیا تھا یا آپ ﷺ سے وہ اعمال کثرت کے ساتھ ہیں یا آپ نے ان کو کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے اکّا دکّا مواقع پر ثابت تو ہیں لیکن ان کو معمول بنالینا یا ان کا التزام کرنا یا دوسروں کو ان کی ترغیب دینا ثابت نہیں ہے۔ ان قسموں میں سے ہر ایک کو اپنے مقام پر رکھنا چاہئے۔ پہلی قسم کے اعمال کی پابندی کا اہتمام درست اور موافق سنت ہے۔ لیکن دوسری قسم کے اعمال کو ان کے مقام پر رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اسی طرح کبھی کبھار کرلیا جائے جیسا آپ نے کیا۔ لیکن ان کا مستقل معمول بنالینا مطلوب نہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ نے اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ رکوع سے اٹھتے وقت ربنا لك الحمد کہنا آپ سے مروی اور مسنون ہے لیکن حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ امامت فرمارہے تھے جب آپ ﷺ نے رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده فرمایا تو کسی صحابی نے قدرے بلند آواز میں کہا ربنا لك الحمد

حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى نماز ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کلمہ کس نے کہا تھا؟ اور جب وہ صحابیؓ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ (تمہارا یہ کلمہ فرشتوں کو اس قدر پسند آیا کہ) اس کو آسمان پر لے جانے کے لئے ستر سے زیادہ فرشتے لپکے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ نے اس کلمہ کی اتنی فضیلت بیان فرمائی لیکن روایات میں یہ کہیں مروی نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ نے یا دوسرے صحابہ کرامؓ نے ربنا لك الحمد کے ساتھ ان کلمات کے اضافہ کو معمول بنالیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مقصد اس کلمہ کی نفس فضیلت بیان فرمانا تھا۔ یہ مقصد نہ تھا کہ نماز میں اس کلمہ کا التزام کیا جائے۔ البتہ چونکہ آپ ﷺ نے ان صحابیؓ کے اس عمل پر نکیر بھی نہیں فرمائی اس لئے اگر کوئی شخص کبھی کبھار یہ کلمہ کہہ لے تو جائز ہے۔ لیکن اس واقعہ کی بنیاد پر اس کلمہ کو نماز کا مستقل جزء بنالینا درست نہیں۔

حضرت والد صاحبؒ حضرت شیخ الہندؒ کے بیان فرمودہ اس اصول کو اور بھی متعدد مقامات پر منطبق فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً شب براءت کے موقع پر حضرت عائشہؓ کی مشہور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا بقیع تشریف لے جا کر مردوں کے حق میں دعا کرنا ثابت ہے۔ اس حدیث کی بنیاد پر عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ شب براءت میں قبرستان جانا مسنون ہے۔ لیکن اس بارے میں حضرت والد صاحب کا مذاق یہ تھا کہ شب براءت میں قبرستان جانے کا التزام سنت نہیں (اگر چہ جائز ہے) البتہ کبھی کبھار چلے جانا سنت ہے۔ وجہ یہی ہے کہ پورے ذخیرہ حدیث میں صرف ایک موقع پر آپ ﷺ کا قبرستان جانا ثابت ہے۔ یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو مستقل معمول بنالیا ہو۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے بھی اس کا التزام منقول نہیں اور ہر عمل کو اس کے مقام پر رکھنا چاہئے۔

پندرہ شعبان کا روزہ

ایک مسئلہ شب برات کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ سارے ذخیرہ حدیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب برات کے بعد والے دن روزہ رکھو۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے لہٰذا اس روایت کی وجہ سے خاص اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے یعنی یکم شعبان سے ستائیس شعبان تک روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو۔ تاکہ رمضان کے روزوں کے لئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے، لیکن یکم شعبان سے ۲۷/ شعبان تک ہر دن روزہ رکھنے میں فضیلت ہے، دوسرے یہ کہ یہ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس ﷺ اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، یعنی ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ تاریخ کو لہٰذا اگر کوئی شخص ان دو وجہ سے ۱۵/ تاریخ کا روزہ رکھے ایک اس وجہ سے کہ یہ شعبان کا دن ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ ۱۵/ تاریخ ایام بیض میں داخل ہے اگر اس نیت سے روزہ رکھ لے تو انشاء اللہ موجب اجر ہوگا۔ لیکن خاص پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ اسی وجہ سے اکثر فقہاء کرام نے جہاں مستحب روزوں کا ذکر کیا ہے، وہاں محرم کی دس تاریخ کے روزے کا ذکر کیا ہے، یوم عرفہ کے روزے کا ذکر کیا ہے، لیکن پندرہ شعبان کے روزے کا علیحدہ سے ذکر نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ شعبان کے کسی بھی دن بھی روزہ رکھنا افضل ہے، بہرحال اگر اس نقطۂ نظر سے کوئی شخص روزہ رکھ لے تو نشاء اللہ اس پر ثواب ہوگا۔ باقی کسی دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا

محترم حضرات! اب شروع میں جو چار روایتیں میں نے پڑھی تھی، اس کی مختصراً تفصیل عرض کرتا ہوں، پہلی جو روایت پڑھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شب برأت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ میں اس کی مغفرت کردوں؟ ہے کوئی سائل کہ میں اس کا سوال پورا کردوں؟ ہے کوئی رزق کا طالب کہ میں اسے رزق دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت وتکلیف کو دور کردوں؟ ویسے تو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا ہر رات ہوتی ہے جیسا کہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے (بخاری شریف ۲ ص ۹۳۶) لیکن شب برات اور عام راتوں میں یہ فرق ہے کہ عام راتوں میں یہ ندا آخری تہائی رات میں ہوتی ہے اور شب برات میں یہ ندا غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے، ہمیں چاہئے کہ اس رات کو غنیمت جان کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی جائز حاجات پیش کریں، اس سے رزقِ حلال طلب کریں، اپنی مصیبت اور پریشانیوں کے دفعیہ کی دعا کریں۔

(۲) دوسری روایت میں تقریباً وہی مضمون ہے جو پہلی روایت میں بیان کیا گیا ہے البتہ اس روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ اس رات میں دو لوگوں کی دعا قبول نہیں کی جاتی (۱) بدکار عورت کی (۲) مشرک کی

(۳) تیسری روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں تمام مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہیں اور سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے دو شخص کہ (۱) مشرک (۲) کینہ ور

(۴) چوتھی روایت جو میں نے پڑھی وہ لمبی روایت ہے میں نے اس کا کچھ حصہ پڑھا تھا، جتنا حصہ میں نے پڑھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرتِ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جو کہ قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ چھ لوگوں کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرتے وہ چھ یہ ہیں۔

(۱) مشرکین (۲) کینہ ور (۳) رشتے ناطے توڑنے والے (۴) ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے (۵) والدین کے نافرمان (۶) اور شراب کے عادی لوگ۔

چار روایتوں میں سے تین روایتوں میں ایک چیز قدرِ مشترک ہیں وہ یہ کہ اس رات میں مشرک کی نہ تو دعا قبول ہوتی ہے نہ اللہ تعالیٰ اس پر نظرِ رحمت فرماتے ہیں نہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں، تو چوتھی روایت میں آج رات میں جن چھ لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی اس میں سب سے پہلے نمبر پر مشرک ہے۔

شرک یہ نا قابلِ معافی جرم ہے

شرک یہ نا قابلِ معافی جرم ہے، اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہے اس کو جس کے لئے چاہے گا معاف کر دیگا، لیکن شرک کو معاف نہیں کرے گا فرمایا کہ ’’ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء ومن یشرك بالله فقد افترىٰ اثمًا عظیمًا‘‘

ترجمہ: اللہ اس کو تو بیشک نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو چاہے گا بخشد یگا، اور جو کوئی (کسی کو) اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس نے یقیناً ایک بڑا گناہ سمیٹا

تشریح: مشرک کی نجات کیوں نہیں ہوگی اس کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ مشرک کی نجات کی کوئی صورت ہی نہیں، اس نے جنت کی نعمتوں کو قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت ہی اپنے میں باقی نہ رکھی (تفسیر ماجدی:۱/۷۴۴)

قرآنِ کریم نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ ’’ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهبا ولوفتدى به اولٰئك لهم عذاب الیم ومالهم من نٰصرین

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ مرگئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے سو ان میں سے کسی سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا زمین بھر (بھی) سونا اگر چہ وہ اسے معاوضہ میں دینا چاہے یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے عذاب دردناک ہے اور جن کے لئے کوئی مددگار بھی نہ ہوں گے۔

تشریح: یعنی بالفرض قیامت کے دن کا فرمال کا ملک ہو اور اس کے دے ڈالنے پر بھی قادر ہو اور یہاں آیت میں ذھبًا ذھب سے مقصود سونا نام مخصوص و متعین دھات ہے مراد نہیں بلکہ مراد عزیز سے عزیز اور زیادہ سے زیادہ قیمتی شئ بطور فدیہ کے ہے

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کوئی شخص آج چاہے کہ حالتِ کفر میں قائم رہ کر روئے زمین کے برابر روپیہ کارِ خیر میں خرچ کر دے اور اس کے معاوضہ میں قیامت میں نجات حاصل کرے تو ایسا ہرگز نہیں ہونے کا (تفسیر ماجدی ۱/۶۰۵)

یہ تو میں نے آپ کے سامنے قرآنِ کریم کی دو آیتیں اور اس کی مختصر تشریح عرض کی، اب میں اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی دو حدیثیں ذکر کرتا ہوں حدیث نمبر ایک (۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا، وہ دوزخ میں داخل ہوگا، اور جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا تھا، وہ جنت میں داخل ہوگا (رواہ مسلم)

(۲) مسند احمد میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ زمین پر جو کچھ ہے اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو اس سب کو ان سزاؤں کے بدلہ اپنے فدیہ میں دے ڈالے گا، وہ کہے گا ہاں تو جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اس کے بہت ہی کم چاہا تھا، میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ آدم کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تو بے شرک کئے نہ رہا، یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی دوسری سند کے ساتھ ہے (گلدستۂ تفاسیر ۱/ ۶۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان بہت قیمتی ہیرا ہے، اور اسی ایمان کی بدولت آدمی ہمیشہ کی جنت کا مستحق ہوگا،

مشرک کو نبی بھی نہیں بچا سکتا

اگر ایمان کی مایہ آدمی کے پاس نہ ہو تو خاتم الانبیا ﷺ کے حامی و مددگار کو بھی کوئی دائمی جہنم سے نہیں بچا سکتا، جس سے میری مراد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب ہے انہوں نے ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا، آپ ﷺ کیلئے وہ ظاہری طور پر کتنا بڑا سہارا تھے اس کا اندازہ آپ اس سے لگایئے کہ جس سال حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال ہوا اس سال کو آپ ﷺ نے عام الحزن قرار دیا، اور حد یہ ہے کہ آپ ﷺ خود ان کیلئے استغفار فرماتے رہے پھر بھی مغفرت تو کیا ہوتی بلکہ اللہ نے اس موقعہ پر ایک قانون بیان فرمادیا، اس کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے۔

مسندِ احمد اور بخاری و مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب ابو طالب مرنے لگے تو آپ ﷺ ابو طالب کے پاس آئے اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ بھی وہاں موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے چچا تم ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لو تا کہ خدا کے سامنے تمہاری شفاعت اور سفارش کیلئے مجھے ایک حجت اور دلیل مل جائے، ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت کو چھوڑتے ہو، ابو طالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا علی ملة عبد المطلب یعنی میں عبد المطلب کے دین پر ہو ابو طالب تو یہ کہکر مرگئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں برابر ابو طالب کیلئے استغفار کرتا رہوں گا جبتک کہ خدا کی طرف سے میں منع نہ کیا جاؤں اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ما كان لنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ماتبين لهم انهم اصحاب الجحيم کہ پیغمبر اور مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے دعاءِ مغفرت کریں اگر چہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ دوزخی ہیں یعنی کفر پر مرے ہیں، اور یہ آیت بھی نازل ہوئی انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو اعلم بالمهتدين حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنے چچا کے کیا کام آئے؟ وہ آپ کے حامی اور مددگار رہتے آپ ﷺ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اگر میں شفاعت نہ کرتا تو جہنم کی تہ میں ہوتے (بخاری شریف) علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ابو طالب سر سے پیر تک آپ ﷺ کی نصرت وحمایت میں غرق تھے صرف قدم بجائے اسلام کے ملتِ عبد المطلب پر تھے اس لئے عذاب قدموں پر مسلط کیا گیا ربنا افرغ علينا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين (سیرۃ المصطفیٰ ۱/)

ابو طالب کو جہنم میں عذاب ہوگا اس کے متعلق روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل دوزخ پر سب سے کم عذاب اس شخص کا ہے جس کو آگ کی دو جوتیاں اور (ان کے) ہی دو تسمے پہنائے جائیں گے کہ ان کی وجہ سے ان کا دماغ دیگ کی طرح کھولتا ہوگا اور اس کو یہ گمان ہوگا کہ سب سے زیادہ مجھے عذاب ہو رہا ہے حالانکہ درحقیت وہ سب سے کم عذاب ہوگا (متفق علیہ)

ہر پیر کو تھوڑا پانی دیا جاتا ہے

جیسے یہاں ابو طالب کے عذابِ جہنم میں کچھ عذاب کی تخفیف ذکر کی گئی ایسے ہی ابولہب کے بارے

میں بھی آتا ہے کہ اس پر بھی ہر پیر کو عذابِ جہنم میں کچھ تخفیف ہوگی۔

اس کا قصہ یہ ہے حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی، ابولہب نے اس کو آزاد کردیا تھا اور پھر اس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مرگیا تو کسی گھر والے نے خواب میں اس کو برے حال میں دیکھا اور پوچھا تم سے کیا معاملہ کیا گیا؟ اس نے جواب دیا جب سے تم جدا ہوا ہوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں، البتہ ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے (کشف الباری، کتاب النکاح، ۱۹۰) ثوبیہ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ تھیں اور ابولہب کی باندی تھیں ان کا بیٹا مسروح ہا اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ان کا دودھ پیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ کے پاس نہیں گئے تھے ثوبیہ ہی نے حضرتِ حمزہؓ اور ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا تھا جس کی وجہ سے یہ دونوں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہوئے، ثوبیہ کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے، آپ ﷺ ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد ان کیلئے ہدایا مکہ مکرمہ بھیجتے تھے، ان کی وفات ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد ہوئی ہے، (حوالہ بالا ۱۹۱، ۱۹۲)

اوپر جو ابولہب کے باب میں آیا کہ کسی نے اس کو موت کے بعد خواب میں دیکھا تو اس کے متعلق علامہ سہیلیؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ دیکھنے والے حضرتِ عباسؓ تھے، چنانچہ علامہ سہیلی فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابولہب نے ابہام اور انگلی شہادت کے درمیان جو چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ان دو انگلیوں کے درمیان جو معمولی سی جگہ خالی ہے اتنی مقدار مجھے تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا، ابولہب نے ثوبیہ کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر انگلی کے اشارے سے آزاد کیا تھا اس لئے اللہ نے اس کے عوض اس کو انگلی کے درمیان کے خلاء کے برابر پانی پلا کر راحت پہنچائی (حوالہ بالا ص ۱۹۳، ۱۹۴) اور آپ ﷺ کی پیدائش پیر کے دن ہوئی تھی اور ابولہب نے مذکورۂ بالا عمل پیر کے دن کیا تھا اس لئے ہر پیر کو اس کے ساتھ مذکورہ بالا معاملہ اللہ کی طرف سے کیا جاتا ہے (خطباتِ ادریس ۳۰۵)

ایک قیمتی ملفوظ

ہمارے حضرت مولانا یعقوب احمد صاحب نانوتویؒ اس کے متعلق فرماتے تھے کہ ابولہب نے جسمانی محمد ﷺ کے متعلق یہ خوشی منائی تو اللہ کی طرف سے یہ معاملہ ہوا اگر روحانی محمد ﷺ پر خوشی مناتا (یعنی ایمان لے آتا) تو یقیناً جنت میں چلا جاتا (بلکہ جنت الفردوس میں مقام پاتا)

ایک اشکال اور اس کا جواب

خیر! اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں کافر کو بھی اس کا نیک عمل فائدہ دے گا، حالانکہ قرآن کریم میں ہے وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلناه هباءً ا منثوراً

ترجمہ: اور ہم پہنچے ان کاموں پر جو انہوں نے کئے تھے، پھر ہم نے کرڈالا اس کو خاک اڑتی ہوئی

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ان کا عمل آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

اِس کے دو جواب نقل کئے گئے ہیں میں صرف ایک جواب پر اکتفاء کرتا ہوں وہ یہ کہ اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت بھی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس واقعہ کا تعلق آپ ﷺ کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے ابولہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں هذاالتخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه (فتح الباری ۹/۱۸۱، حوالہ بالا ۱۹۴)

خالد بن ولیدؓ کی ایک خصوصیت

محترم حضرات! پیچھے ابولہب کے واقعہ میں حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کا ایک ملفوظ ذکر کیا گیا ایسے ہی حضرتؒ کا ایک پیارا ملفوظ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق بھی نظر سے گذرا، جس کو حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے سیرۃ المصطفیٰ جلد۲ میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ صدیقِ اکبرؓ نے خالد بن ولید کو مرتدین کے قتال کیلئے مامور فرمایا اور ان کو امارت کا جھنڈا دیا تو یہ فرمایا صدیقِ اکبرؓ کہتے ہیں کہ تحقیق میں نے خود آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کیا ہی اچھا آدمی ہے اللہ کا بندہ اور قبیلہ کا بھائی خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے

ایک تلوار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو کافروں پر چلانے کیلئے سونتا ہے یعنی نیام سے نکالا ہے۔

نکتہ: مطلب یہ ہوا کہ خالد بن ولید تو اللہ کی تلواروں میں سے ہے اور اس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اس تلوار سے کون بچ کر بھاگ سکتا ہے۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولید نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد وقتال میں گذاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت ان کو نصیب نہیں ہوئی مولانا یعقوب صاحبؒ میں کچھ شان جذب کی تھی، اسی شانِ جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولید خواہ مخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو آپ ﷺ نے اللہ کی تلوار بتایا ہوا سے نہ تو کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے (حوالہ بالا ۱۵۶،۱۵۵/۲)

مولانا یعقوب صاحبؒ کے جذب کا ایک واقعہ

حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نے حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کے متعلق لکھا کہ ان میں کچھ شان جذب کی تھی تو میں ان کا ایک جذب کا واقعہ نقل کرتا ہوں

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ پر غلبہ ہوا جذب کا تو ہاتھ اٹھایا اور دعا شروع کی یا اللہ! تین لاکھ روپیہ عطا فرما، تین لاکھ روپیہ عطا فرما، بس دعا کرتے کرتے آنکھ لگ گئی تو انہوں نے خواب میں ایک محل دیکھا، خواب میں جنت دیکھی اور ایسا عالیشان محل دیکھا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، دیکھا اس کے کنگورے اور اس پر موتی جڑے ہوئے ہیں مگر ایک مقام پر دیکھا کہ ایک موتی غائب ہے انہوں نے پوچھا فرشتے سے کہ یہ کیا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ محل یعقوب نانوتوی کا ہے، اس نے آج اللہ تعالیٰ سے بہت بیقرار ہو کر دعا کی یا اللہ تین لاکھ روپیہ چاہئے تو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ان کنگورے سے ایک موتی کم کر دیا جائے اب جو آنکھ کھلی تو دعا شروع کی کہ اے اللہ بالکل نہیں چاہئے، اے اللہ! بالکل نہیں چاہئے، تو یہ صاحبِ جذب بزرگ تھے۔

ادب کی اہمیت

ابولہب کا ذکر چھیڑا ہے تو اس سلسلہ میں ایک اور بات یاد رکھیں جو ہمارے لئے بھی سبق آموز ہے وہ یہ کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ قرآنِ مجید میں تین سورتیں ہیں جن کے شروع میں قل آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے خطاب فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے ''قل اعوذ برب الناس قل اعوذ برب الفلق اور قل هو الله احد'' یہ تینوں ساتھ ساتھ ہے مگر اس کے بعد چوتھی سورت ہے وہ تبت یدا ہے اس میں ''قل'' یعنی کہہ دیجئے نہیں فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو وجہ اس کی یہ ہے کہ ''قل'' کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ اس بارے میں خود براہِ راست خطاب نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے واسطہ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ آپ یوں کہہ دیجئے تو خطاب فرمانے والے اس صورت میں آپ ﷺ ہوئے، چونکہ تبت یدا میں ابولہب کے عذاب کا ذکر ہے، اور ابولہب آپ ﷺ کے چچا تھے تو اگر اس میں بھی قل فرماتے تو آپ ﷺ اپنے چچا کو عذاب کی خبر دینے والے ہوتے جو خلافِ ادب تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ براہِ راست خود یہ خبر دی، اپنے نبی کو حکم نہیں دیا اسی طرح ایک جگہ زمخشری نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا قصہ سارا پڑھ جایئے کہ انہوں نے فرعون کو دعوت دی اور خدا تعالیٰ کے احکام پہنچائے اس پر فرعون نے طرح طرح کے اعتراضات کئے مگر پھر بھی آپ نے اس کو کوئی سخت کلمہ نہیں فرمایا، کیونکہ جس گھر میں پرورش پائی تھی اس کے لئے ایسا کرنا سوءِ ادب تھا، اور انبیاءِ کرامؑ سراپا ادب ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کا ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہئے، چہ جائیکہ مسلمانوں کا ادب بھی نہ کیا جائے (خطباتِ ادریس ۳۰۶،۳۰۵)

مبشر کو انعام دینا سنتِ انبیاء ہے

محترم حضرات! ابولہب کے واقعہ میں آیا کہ جب اس کو ثوبیہ نے آپ ﷺ کی ولادت کی خبر سنائی تو اس نے اس کو آزاد کر دیا، اور اللہ نے بھی اسے اس پر خوشی منانے کا اور لونڈی کو آزاد کرنے کا انعام دیا جیسا کہ اوپر گذرا۔

ویسے بھی علماء نے لکھا ہے کہ خوشخبری دینے والے کو انعام دینا سنتِ انبیاء ہے۔ (معارف القرآن

۱۳۲/۵)

دیکھئے! قرآنِ کریم میں سورۂ یوسف میں ہے کہ ''اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجه ابی یاتِ بصیرا ''یوسفؑ نے فرمایا کہ تم میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پرڈالدو توان کی بینائی عود کرآئے گی، جب حضرت یوسفؑ نے یہ فرمایا تو قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ برادرانِ یوسف میں سے یہودا نے کہا کہ یہ کرتہ میں لے جاؤں گا، کیونکہ ان کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر بھی میں ہی لے گیا تھا جس سے والد کو صدمات پہنچے، اب اس کی مکافات بھی میرے ہی ہاتھ سے ہونا چاہئے (حوالہ بالا ۱۳۰، ۱۳۱)

یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرتِ وحشی نے زمانۂ کفر میں اسداللہ اللہ کے شیر حضرت حمزہ کو شہید کر دیا تھا، پھر جب وہ اسلام لے آئے تو بڑے بے چین رہتے تھے کہ میں ایک بڑے اشرف شخص کو اپنے ان ہاتھوں سے شہید کیا ہے، ادھر مسلمۂ کذّاب نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا تو حضرت ابوبکر نے اس کی سرکوبی کیلئے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت وحشی بھی تھے تو آپ نے سوچا کہ آج میرے لئے حضرتِ حمزہ کی شہادت کی مکافات کا بڑا اچھا موقع ہے، کہ میں نے زمانۂ کفر میں سب سے اشرف شخص کو شہید کر دیا تھا آج میں زمانۂ اسلام میں سب سے اکذب اور شریر کو قتل کرونگا کہ بظاہر اس پہلے والے عمل کی مکافات ہو جائے، اور اللہ نے ان کی یہ تمنا پوری بھی فرمائی، تو خیر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت سفیان ثوری کی روایت ہے کہ جب یہودا قمیصِ یوسف لیکر آئے، اور یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالا تو آپ نے پوچھا کہ یوسف کیسے ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ وہ مصر کے بادشاہ ہیں، یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں پوچھتا کہ وہ بادشاہ ہیں یا فقیر پوچھنا یہ ہے کہ ایمان اور عمل کے اعتبار سے کیا حال ہے؟ تب انہوں نے ان کے تقویٰ وطہارت کے حالات بتلائے، یہ ہے انبیاء کرامؑ کی محبت وتعلق کہ اولاد کی جسمانی راحت سے زیادہ ان کی روحانی حالت کی فکر کرتے ہیں ہر مسلمان کو بھی اسی کا اتباع کرنا چاہئے۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ جب بشارت دینے والا قمیص یوسف لیکر پہنچا، تو حضرت یعقوبؑ چاہتے تھے کہ اس کو کچھ انعام دیں مگر حالات سازگار نہ تھے، اس لئے عذر کیا کہ سات روز سے ہمارے گھر میں روٹی نہیں پکی، اس لئے میں کچھ مادی انعام تو نہیں دے سکتا، مگر یہ دعا دیتا ہوں کہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر سکراتِ موت کو آسان کر دیں قرطبی نے فرمایا کہ یہ دعاء ان کیلئے سب سے بہتر انعام تھا اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خوشخبری دینے والے کو انعام دینا سنتِ انبیاء ہے، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خوشی کے موقعہ پر اظہارِ مسرت کیلئے دوستوں وغیرہ کو کھانے کی دعوت دینا بھی سنت ہے حضرت فاروقِ اعظم نے جب سورۂ بقرہ پڑھ کر ختم کی تو خوشی میں ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا۔ (معارف القرآن ۱۳۳/۵، ۱۳۴)

اس سلسلہ میں دوسرا واقعہ حضرت کعب بن مالک کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں کسی غزوہ میں جو آپ ﷺ نے کیا سوائے غزوۂ تبوک کے پیچھے نہیں رہا ہاں البتہ غزوۂ بدر میں پیچھے رہ گیا اور اس میں پیچھے رہ جانے پر اللہ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا، اور آپ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جتنا مالدار تھا اتنا کبھی نہیں تھا، اور آپ ﷺ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اس میں توریہ فرماتے تھے لیکن اس میں ایسا نہیں کیا، اور آپ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا جبکہ پھل اور سائے عمدہ ہو گئے ، میں بھی تیاری کرتا اور واپس آجاتا اور میں یہ سوچتا تھا کہ بعد میں ان سے مل جاؤنگا، لیکن ایسا نہیں ہوا، آپ ﷺ کے نکلنے کے بعد میں باہر نکلتا تھا اور پھرتا تھا تو مجھے رنج وغم ہوتا کہ میں ایسے ہی شخص کو دیکھتا ہوں جس پر نفاق کا الزام ہے یا کمزروں کو جنہیں اللہ نے معذور قرار دیا ہے، تبوک پہنچ کر آپ ﷺ نے پوچھا کعب کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے ایک شخص نے جواب دیا کہ کہ اس کی کھیتی باڑی نے اس کو روک لیا ہے، حضرت معاذ نے کہا، واللہ! تم نے بری بات کہی، ہم نے ان کے بارے میں بھلائی ہی کو جانا، اور آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ واپس آرہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی اور میں جھوٹ سوچنے لگا، یہاں تک کہ آپ ﷺ آگئے، جب آپ سفر سے واپس آتے تھے تو مسجد سے ابتداء کرتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر لوگوں کیلئے بیٹھ جاتے میں بھی مسجد میں پہنچا، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے پیچھے کر دیا تو میں نے صحیح صحیح صورتِ حال بتلادی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ تا آنکہ اللہ تمہارا

فیصلہ فرما دے، پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مجھ سے بات چیت سے روک دیا، تو لوگ مجھ سے پرہیز کرنے لگے یہاں تک میں نے اپنے دل میں اس زمین کو پرائی سمجھ لیا اسی حالت میں ۵۰ دن گذر گئے میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا حالانکہ کوئی مجھ سے بات چیت نہیں کرتا تھا، اور میں آپ ﷺ کے پاس آتا اور آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا اس حال میں کہ آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں ہوتے تھے اور میں دل میں سوچتا تھا کہ آپ نے جواب دینے کیلئے ہونٹ ہلائے یا نہیں؟ پھر میں آپ ﷺ کے نزدیک نماز پڑھتا اور چوری چوری دیکھتا تھا تو جب میں اپنی نماز پر پورے طور سے متوجہ ہوتا تو آپ میری جانب توجہ فرماتے اور جب میں آپ کی جانب توجہ کرتا تو میری جانب سے منہ پھیر لیتے تھے پھر فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابوقتادہ کے باغیچہ کی دیوار پر چڑھا جو میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھے سب سے پیارے تھے انہیں سلام کیا تو خدا کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں کہا اے ابوقتادہ! میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں (پھر بھی) وہ خاموش رہے پھر میں نے دوبارہ ایسا ہی کہا اور ان کو واسطہ دیا پھر (بھی) خاموش رہے، پھر میں نے سہ بارہ ایسا ہی کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، پھر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں پھرا یہاں تک کہ دیوار پر چڑھ گیا کعب نے فرمایا اس حال میں کہ مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ یکا یک شام کا باشندہ ایک قبطی جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا تھا کہتا ہے کہ مجھے کون کعب بن مالک کو بتائے گا؟ اور لوگ اسے اشارہ کرنے لگے یہاں تک کہ جب وہ میرے پاس آیا تو غسّان کے بادشاہ کا ایک خط میری طرف بڑھایا جس میں لکھا تھا، امابعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم پر سختی کی ہے حالانکہ اللہ نے تمہیں ذلت کے مقام اور برباد ہونے کیلئے نہیں بنایا ہے، لہٰذا تم ہم سے ملو ہم تمہاری ہمدردی کریں گے۔

جب میں نے اسے پڑھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے اور میں نے اسے تنور میں ڈالنے کا ارادہ کیا اور (تنور میں ڈالکر) اسے جلا دیا یہاں تک کہ جب پچاس راتوں میں سے ۴۰ راتیں گذر گئیں تو یکا یک آپ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاؤ میں نے دریافت کیا اسے طلاق دیدوں یا (پھر کیا کروں؟) اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اس سے الگ رہو اور اس کے پاس نہ جاؤ، تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میکے چلی جا اور اپنے میکے والوں کے پاس یہاں تک کہ اللہ اس سلسلہ میں فیصلہ کردے پھر اس کے بعد دس راتیں میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ پچاس راتیں پوری ہوگئیں، اور جب میں نے پچاسویں کی صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور میں اپنے مکان کی چھت پر تھا، اور اسی حال میں بیٹھا تھا جس کا اللہ نے (قرآنِ پاک میں) ذکر کیا ہے، اس حالت میں کہ میرا نفس مجھ پر تنگ ہو رہا تھا اور مجھ پر کشائش کے باوجود زمین تنگ ہو رہی تھی میں نے چیخنے والے کی آواز کو سنا جو اپنی بلند آواز کے ساتھ ''جبلِ سلع'' پر چڑھ گیا، اور پکارنے لگا اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ، کعب نے کہا کہ میں (فوراً) سجدہ ریز ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ کشائش آگئی، اور آپ ﷺ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھی ہم پر توبہ کا اعلان کر دیا اور لوگ ہمیں بشارت دینے کیلئے چلے میری طرف ایک شخص نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ تیز رفتار تھی، اور جب وہ میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی جو مجھے بشارت دے رہا تھا تو میں نے اس کے لئے اپنے دونوں کپڑے اتار دیئے اور اس کی بشارت کے عوض دونوں اس کو پہنا دیئے اللہ کی قسم میں اس وقت ان دونوں کے سوا کپڑے کا مالک نہیں تھا، اور میں نے دو کپڑے ادھار لئے اور انہیں پہنا۔

پھر میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا کہ اس بہتر دن کے ساتھ خوش ہو جاؤ جب سے تمہاری ماں نے جنا ہے تم پر گذرا ہے، کعب نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کی طرف سے ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے، اور آپ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا جیسے کہ چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم آپ کی اس حالت کو پہچان لیتے تھے۔ (ظهير التعبيرات لحل المختارات، بتصرف)

(۳) اس سلسلہ میں تیسرا واقعہ حضرت ام حبیبہؓ کا ہے آپ کا اصل نام رملہ تھا کنیت ام حبیبہ تھی، والدہ کا نام

صفیہ بنت ابوالعاص، والد کا نام ابوسفیان بن امیہ جو ۸ ھ میں مسلمان ہوئے ،قریشی از خاندانِ بنوامیہ، آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ ٦ ھ میں آپ کی عمر تقریباً ۵۸ برس اور ام حبیبہ کی عمر ۳٦ سال تھی ، آپ نبیؐ کریم کی خدمت میں تقریباً ۵ برس رہی مدینہ طیبہ میں ۷۲ سال کی عمر میں ۴۴ ھ میں انتقال ہوا۔

آپ ﷺ سے نکاح

حضرت اسماعیل بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا کہ میں حبشہ میں تھی مجھے پتہ اس وقت چلا جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی ابرہہ نامی باندی ان کی طرف سے قاصد بن کر آئی اور یہ بادشاہ کے کپڑوں اور تیل کی خدمت پر مامور تھی اس نے مجھ سے اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دی، اس نے کہا بادشاہ نجاشی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی شادی حضور ﷺ سے کردوں، میں نے کہا اللہ تمہیں بھی خیر کی بشارت دے (یعنی میں راضی ہوں) پھر اس نے کہا بادشاہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کسی کو وکیل مقرر کر دے جو آپ کی شادی کر دے، اس پر میں نے حضرت خالد بن سعید بن عاص کو (جو کہ میرے چچا تھے) بلا کر اپنا وکیل بنا دیا اور میں نے حضرت ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور چاندی کے دو پازیب جو کہ میں نے پہنے ہوئے تھے اور چاندی کی وہ تمام انگوٹھیاں جو میرے پاؤں کی ہر انگلی میں تھیں سب اتار کر اس بشارت کی خوشخبری میں دیدی۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۸۲۵ بحوالہ بدایہ ۴/۱۴۳ازواج مطہرات کے دلچسپ واقعات ۱۳۱،۱۳۲)

(۴) اس سلسلہ کا چوتھا واقعہ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے، معتزلہ نے یہ نظر یہ چلایا کہ کلامِ الٰہی مخلوق ہے، حادث ہے، اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل کو منتخب فرمایا، بشر احمد علی بلوی تصیبه ، احمد کو (جنت کی) بشارت دیدو اس آزمائش کے ساتھ جو انہیں پہنچے گی، امام شافعی نے اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ امام احمد کے پاس یہ بشارت کون لے کر جائے گا؟ امام طحاوی کے ماموں امام اسماعیل مزنی نے عرض کیا میں لیکر جاؤں گا، چنانچہ امام مزنیؒ گئے بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ربیع بن سلیمان مرادی گئے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ علامہ ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں اس کی تصریح کی ہے امام مزنی نے جا کر جب امام احمد بن حنبل کو یہ بشارت سنائی تو انہوں نے سن کر فرمایا کہ شاید آپ نے مجھ میں ضعف و کمزوری محسوس فرمایا ہے، گویا آپ نے برائے تقویت وتسلی یہ بات ارشاد فرمائی ہے، آپ نے غزوۂ تبوک سے متعلق حضرت کعب بن مالکؓ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے بشارت لیکر آنے والے امام مزنی کو اپنا کرتہ اتار کر دیدیا، کرتہ لیکر جب وہ واپس آئے تو امام شافعی نے فرمایا کہ کرتہ تمہارا حق ہے وہ تو میں تم سے طلب نہیں کرتا، نہیں مانگتا لیکن اتنا کرو کہ اس کرتے کو پانی میں بھگو کر نچوڑو، اور وہ پانی مجھے دیدو، وہ عُصارہ مجھے دیدو، عُصارہ دینے پر امام اشافعیؒ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا، اور کچھ اپنے بدن پر ملا (صحیح بخاری شریف کا آخری درس ۳۱)

اور یہی چیز بعض حضرات نے حضرت زینب بنت جحش کے واقعہ میں بھی لکھی ہے کہ ان کے پاس بھی جب بشارت دینے والا آپؐ کے ساتھ نکاح کی خوشخبری لیکر آیا تو انہوں نے بھی بشارت دینے والے کو کچھ مرحمت فرمایا

کافروں کی دوقسمیں ہیں

تو خیر، بات یہ چل رہی تھی کہ کیا کافر کو بھی اپنے نیک کاموں کا بدلہ ملے گا یا نہیں؟ حکیم بن حزام ایک صحابی ہیں جو اسلام لانے سے پہلے بھی بہت سخی اور نیک آدمی تھے اسلام لانے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے یہی سوال کیا کہ کیا میرے وہ اعمال اور صدقات وخیرات قبول ہوئے یا رد ہو گئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اسلمت علی ما اسلفت من خیر یعنی وہ تمام کے تمام قبول ہو گئے اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کافر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو کہ کفر کے ساتھ ظالم اور شریر بھی ہوتے ہوتے ہیں کہ لوگوں پر ظلم کرنے اور دوسری برائیاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور کافر ہی رہنے کی حالت میں مر گئے یعنی خاتمہ کفر پر ہوا، دوسری قسم کہ وہ کہ نیک دل اور سخی ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں نیک اعمال مثل صدقہ وخیرات وغیرہ کرتے رہتے ہیں اور کفر پر خاتمہ ہوتا ہے، تو ان دونوں میں آیا کوئی فرق ہے کہ نہیں تو اس نیک کام کرنے والے کافر کو اس کے نیک کاموں کی وجہ سے کوئی فائدہ پہنچے گا یا نہیں؟ اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ جائیں گے تو دونوں ہی جہنم میں اور دونوں کو عذاب بھی دائمی اور ابدی ہوگا اس نیک کام کرنے والے کو عذاب ذرا ہلکا ہوگا۔

ایک اشکال اوراس کا جواب

کہ ایک جگہ قرآنِ مجید میں ہے ’’لا یخفف عنهم العذاب ‘‘ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا‘‘ اس سے بظاہر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جو کافر نیک اعمال کرتے ہیں ان کو تو ہلکا عذاب ہوگا اور آیت میں یہ ہے کہ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا سو سمجھنا چاہئے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ فیصلہ ہوجانے کے بعد جس کافر کے لئے جتنا اور جیسا عذاب مقرر کردیا جائے گا اس میں کوئی کمی یا کوئی تبدیلی نہ ہوگی، مطلب یہ ہے کہ بعض کی سزا ہلکی ہوگی اور بعض کی شدید ہوگی ، یہ نہیں ہوگا کہ کسی کو ابتداء میں شدید عذاب ہوا اور پھر بعد کو اس میں تخفیف ہوجائے،(خطباتِ ادریس ۳۰۳،۳۰۵ بتصرف)

مشرک بے سہارا ہوتا ہے

تو حضرات ! بات اس پر چل رہی تھی کہ اس مبارک رات میں بھی اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہیں فرماتے ہیں، تو شرک ایسی بری چیز ہے شرک کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ شرک کی ایک نمایاں قباحت تو اسی دنیا میں یہ نظر آتی ہے کہ انسان توحید سے کٹ کر بالکل بے سہارا اور بے یارومددگار رہ جاتا ہے اور آخرت میں یہی بے کسی اور بے بسی متشکل ہوکر خود مشرک کے سامنے آجاتی ہے (تفسیر ماجدی ۳/ ۲۶)

شرک ذلت کا سبب ہے

اور مولانا دریابادی نے لکھا ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر معزز ہی ہوتا ہے انسان ذلیل صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ کفر ومعصیت اختیار کرکے اپنے ہاتھوں اپنے کو اللہ کے نزدیک ذلیل وخوار کرڈالتا ہے۔(حوالہ بالا ۶۰)

ایمان طہارت ہے اور کفر نجاست ہے

اور شرک ایسی بلا ہے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’انما المشرکون نجس ‘‘ کہ مشرکین تو نرے ناپاک ہیں اب یہاں ’’نجس‘‘ سے کیا مراد ہے تو دریابادیؒ نے لکھا ہے کہ مراد اس نجاست سے نجاستِ عقائد ہے نہ کہ نجاستِ اعیان واجسام، نجاستِ روحانی ومعنوی نہ کہ نجاستِ مادّی وحسّی ، (تفسیر ماجدی ۲/ ۳۴۱)

اسی بات کو مولانا ادریس کاندھلویؒ نے بڑے بہترین انداز میں بیان کیا ہے کہ ’’ایمان طہارت ہے، اور کفر نجاست ہے، پھر لکھتے ہیں کہ کفر کی جنابت ایمان ہی کے غسل سے زائل ہوسکتی ہے، کفر عالمِ غیب میں حدثِ اکبر اور ایمان طہارتِ کبریٰ، بمنزلۂ غسل کے ہے اور کفر کے تمام شعبے یعنی معاصی اور ذنوب بمنزلۂ حدثِ اصغر کے ہے، اور ایمان کے تمام شعبے یعنی طاعات طہارتِ صغریٰ بمنزلۂ وضو کے ہے (سیرۃ المصطفیٰ ۱/ ۵۷۴)

مشرک باغی ہوتا ہے

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر مادون لمن یشاء ومن یشرك بالله فقد ضل ضلالا بعیدا کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال وحرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بیکاری میں مبتلا رہے، نماز روزہ چھوڑ بیٹھے، بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے، ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے، لیکن جو شرک کی جال میں پھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا، کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہوگیا جس کو حق تعالیٰ بلاتوبہ کبھی معاف نہ فرمائے گا شاید اور تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ بلاتوبہ بھی معاف فرمادے۔ معلوم ہوا کہ شرک ناقابلِ عفو جرم ہے اس کی سزا قطعی مل کر رہے گی، اگر انتہائی درجہ کا شرک ہے جس سے انسان کافر ہوجاتا ہے تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ اس میں اسے راحت وآرام میسر آئے گا، اور جو کم درجہ کا شرک ہے ان کی سزا حق تعالیٰ کے یہاں جو مقدر ہے وہ ضرور ملے گی اور دیگر گناہوں کی حق تعالیٰ کے یہاں جو سزا مقدر ہے وہ اللہ کی مرضی پر ہے خواہ دے یا نہ دے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں اس کو اس مثال سے سمجھو، مثلاً بادشاہ کے یہاں رعیت کیلئے ہر قسم کے جرم کی سزائیں مقرر ہیں، مثلاً چوری ، ڈکیتی، پہرہ دیتے دیتے سوجانا، دربار میں دیر سے پہنچنا، میدانِ جنگ سے بھاگ آنا، اور سرکار کے پیسے پہنچانے میں غلطی کربیٹھنا وغیرہ وغیرہ، ان سب جرموں کی سزائیں مقرر ہیں، اب بادشاہ کی مرضی ہے چاہے تو سزا دے اور چاہے

تو معاف کردے لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت نکلتی ہے مثلاً کسی امیر کو، وزیر کو، یا چودھری کو یا رئیس کو یا بھنگی کو یا چمار کو بادشاہ کی موجودگی میں بادشاہ بنادیا جائے تو اس قسم کی حرکت بغاوت ہے یا ان میں سے کسی کے واسطے تاج یا تختِ شاہی بنایا جائے ، یا اسے ظلِ سبحانی کہا جائے یا اس کے سامنے شاہانہ آداب بجا لایا جائے یا اس کے لئے ایک جشن کا دن ٹھہرایا جائے بادشاہ کی سی نذر دی جائے یہ جرم تمام جرموں سے بڑا ہے اس جرم کی سزا یقیناً ملنی چاہئے، جو بادشاہ اس قسم کے جرائم کی سزاؤں سے غفلت برتتا ہے اس کی سلطنت میں کمی ہے، اربابِ دانش اس قسم کے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں، لوگوں اس مالک الملک غیرتمند شہنشاہ سے ڈر جاؤ، جس کی طاقت کا حدوشمار نہیں اور وہ اعلیٰ درجہ کا غیرت والا ہے، بھلا وہ مشرکوں کو سزا کیوں نہ دے گا بلا سزا انہیں کیونکر چھوڑ دے گا ، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رحم کرے اور انہیں شرک جیسی خطرناک آفت سے محفوظ رکھے آمین (تقویۃ الایمان ۲۴،۲۵)

شرک ظلمِ عظیم ہے

قرآنِ کریم نے ایک جگہ فرمایا کہ ’’الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم الخ ‘‘ کہ جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کوشرک سے مخلوط نہیں کیا ایسوں ہی کیلئے تو امن ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں، اس کی تفسیر میں عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے کہ ’’جو معصیت ایمان کے منافی ہے وہ شرک ہے، یوں بھی سب سے بڑا ظلم جو انسان اپنی جان پر اپنی عقل وضمیر پر اور اپنی روح پر کرسکتا ہے یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے قرآن مجید میں بھی اس کو ظلمِ عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے ’’ان الشرك لظلم عظيم ‘‘ (لقمان) اور یہاں بھی ظلم کے یہی معنی حضرت ابوبکر وعمر، سلمان وحذیفہ ابن عباس وغیرہ جلیل القدر صحابیوں اور عکرمہ، نخعی، ضحاک، علقمہ، قتادہ، مجاہد وغیرہ بکثرت تابعین سے مروی ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ حدیث میں خود آپ ﷺ سے یہی تفسیر منقول ہے ’’انما هو الشرك ‘‘ یہ روایت بخاری، مسلم، ترمذی، تینوں میں موجود ہے (حوالہ تفسیر ماجدی ۲/۶۲۴) اور دیکھئے شرک کتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ نے مخلوق میں اپنے سب سے بہتر بندے یعنی پیغمبروں کو بھی مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون ‘‘ کہ اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ کرتے رہے سب ان سے اکارت جاتا، اور ایک مقام پر فرمایا کہ ’’لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين ‘‘ کہ اگر تو نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا ٹوٹے میں پڑا‘‘ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے آپ ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی

ایمان کی تعریف

تو خیر، محترم حضرات! آپ نے پیچھے شرک کتنا سنگین جرم ہے اور کتنا بڑا گناہ ہے اس کی کچھ تفصیل سماعت فرمائی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں شرک کی ضد ایمان ہے جیسے دن کی ضد رات ہے، گرم کی ضد ٹھنڈ ہے، مرد کی ضد کی عورت ہے ایسے ہی شرک کی ضد ایمان ہے، اس کی بھی مختصر تفصیل عرض کردوں، دیکھئے ایمان اس وقت معتبر ہوگا جبکہ آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھے ان کو اللہ کا آخری نبی اور رسول سمجھے، اگر کوئی توحید کا تو قائل ہے لیکن آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا منکر ہے تو وہ مؤمن نہیں ہے، اسی پر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے تعلیم الاسلام میں ایک سوال قائم کیا ہے اسے سماعت فرمائیں،

سوال: اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کو نہ مانے وہ کیسا ہے

جواب: جو شخص حضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ کا رسول نہ مانے وہ بھی کافر ہے،

سوال: حضرت محمد ﷺ کو ماننے کا کیا مطلب ہے

جواب: حضرت ﷺ کو ماننے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر یقین کرے اور خدا تعالیٰ کے بعد ساری مخلوق سے آپ کو افضل سمجھے اور آپ سے محبت رکھے اور آپ کے حکموں کی تابعداری کرے، (تعلیم الاسلام ۱/۵)

گاندھی جی کا واقعہ

تو یہ ہوئی ایمان کی تعریف کی گئی اس پر مجھے مولانا عبدالماجد دریابادی کا ''معاصرین'' میں ذکرہ کردہ ایک قصہ یاد آیا، جوگاندھی سے متعلق ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''اجمیر میں ایک دن موقع ذرا تنہائی کا مل گیا میں نے ایک مختصراخباری بیان گاندھی جی سے لے ڈالا بیان سیاسی نہیں، مذہبی واعتقادی رنگ کا تھا (سیاسی بیان تو مہاتما جی کے ہرروز چھپتے ہی رہتے تھے) گاندھی جی کا مذہبی مطالعہ بدستور جاری تھا، اورراڈول کا انگریزی ترجمۂ قرآن گاندھی جی کے ساتھ سفر میں بھی رہتا تھا، گفتگو انگریزی میں تھی پہلا سوال یہ عرض کیا کہ آپ کا خدا سے متعلق کیا خیال ہے؟ ہندوؤں کی طرح بہت سے اوتاروں کے قائل ہوں گے؟ بولے جی نہیں میں کامل توحید کا قائل ہوں (IPERFECTLY BELIEVE IN UNITY OF GOD) یہ سوال اس لئے کیا کہ مشہور ہے کہ ہندوؤں کے ۳۳ کروڑ خدا ہیں، اوراسی بات کو ہندوستان کے سب سے پہلے وزیرِاعظم نے اپنی کتاب میں بطورِفخر کے لکھا تھا کہ ہندو دھرم کتنا خوبصورت مذہب ہے کہ اگرکوئی ایک بھگوان کو مانتا ہے تب بھی ہندو ہے اور اگرایک ہزار بھگوان کا قائل ہے تب بھی ہندو ہے، گویا آدمی خدا کے متعلق جو چاہے عقیدہ رکھے وہ ہندو مذہب سے نہیں نکلتا، تو مولانا ابوالکلام آزاد نے پنڈت جی سے کہا کہ پنڈت جی آپ مختصراً یہ کہدے کہ جو آدمی مسلمان نہیں ہے وہ ہندو ہے

مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے ۲۰۰۳ء میں پلاسٹ گروروڈ ایسٹ ہام کی مسجد ''ولی آدم مسجد مرکز الدعوۃ والارشاد'' لندن میں ایک بیان میں غالب کے ایک شعر کوتھوڑی سی ترمیم کے ساتھ فرمایا تھا غالب نے کہا ہے کہ

دنیا میں بیوقوفوں کی کمی نہیں غالب
ایک ڈھونڈوں ہزار ملتے ہیں

اس کوحضرت نے ترمیم کرتے ہوئے پڑھا کہ

دنیا میں بتوں کی کمی نہیں غالب
ایک ڈھونڈوں ہزار ملتے ہیں
سچ پوچھو تو ادھار ملتے ہیں

تو خیر، مولانا دریابادی نے پھر دوسرا سوال گاندھی جی سے کیا کہ اور ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بولے میں انہیں دنیا کا معلم سمجھتا ہوں، (IBELIEYE HIM TO BE A WORLD TEACHER) مولانا دریابادی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اس معلم یاہادی کوہم لوگ اپنی اصطلاح میں پیمبر کہتے ہیں، اس پر خاموش رہیں اور کچھ زبان سے جواب نہ دیا، دریابادی نے آگے لکھا کہ سکوت سے اشارۃً اثبات یا تائید نکل سکتی ہے (حوالہ معاصرین :۴۹)

(لیکن حقیقت وہ نہیں ہے جو مولانا دریابادی کہنا چاہتے ہیں) بہرحال! مجھے تو اس واقعہ سے یہ بتلانا تھا کہ آدمی صرف خدا تعالیٰ کی توحید سے مسلمان نہیں کہلاتا، جبتک کہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار نہ کرلیں، اور یہی چیز گاندھی جی میں مفقود تھی اور یہی بات قادیانیوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی توحید کا تواقرار کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔

حضرت مولانا محمد مکی حجازی فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک دفعہ ایک قادیانی آیا تھا اور مقامِ ابراہیم پر تھا تو مولانا منظور احمد چنیوٹی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مکی صاحب قادیانی کو میں نے دیکھا ہے وہ مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہے چونکہ مولانا تو اس کو جانتے تھے کہ چنیوٹ اوران کا مرکز جو ہے ربوہ وہ ساتھ ہی ہے تو میں نے کہا کہ اس کے لئے تو طریق کار یہ ہے کہ آپ شہادت لکھے اور حکومت کے محکمہ کو بھیجے جو اس کے متعلق کام کرتا ہے تو مولانا کہنے لگے کہ آگے بھی ایسے دوتین واقعات ہو چکے ہیں لیکن اس کی تحقیقات میں کافی لمبا وقت لگ جاتا ہے، میں نے کہا کہ جناب پھر اس کا ایک اورشارٹ کٹ حل ہے لیکن وہ ہے عقل کے خلاف مولانا نے کہا کہ یار عقل کے خلاف ہو یا کچھ اور لیکن مجھے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی قادیانی ہو اور اللہ کے گھر کو پلید کرے مقامِ ابراہیم پر کھڑا ہوکر نماز پڑھے میں کیسے دیکھوں جبکہ میں اسے جانتا ہوں میں نے کہا کہ اس کا چھوٹا سا حل یہ ہے کہ

آپ وہاں جائے اس کو گریبان سے پکڑ کر دو تین طمانچہ لگادے اتنے میں ہم پہنچ جائیں گے وہ آپ سے لڑیگا تو ہم سب ساتھی پہنچ جائیں گے اور اس کو پکڑ لیں گے اور جب جھگڑا ہوگا تو پولیس پکڑ لے گی، کیونکہ حرم میں تو وہ سیکنڈ میں پکڑ لیتے ہیں، مولانا صاحب نے کہا کہ یار یہ کونسی بڑی بات ہے میں خود کرتا ہوں، مولانا صاحب جا کر اس سے لڑ پڑے اتنے میں ہمارا ایک ساتھی پہنچ گیا پولیس والے آگئے اور اس کو پکڑ لیا، پولیس والے نے بڑی لمبی چوڑی باتیں کی اور اس کو تھانہ میں لے گیا، مولانا صاحب جا رہے تھے تو میں ان کے پیچھے ہوگیا، مجھے بہانہ مل گیا کہ میں مولانا صاحب کے ساتھ جا رہا ہوں، اب یہ جو قادیانی تھا اس کے گلے میں چھوٹی سی حمائل شریف لٹکی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر کچھ داڑھی بھی آگئی تھی، تو پولیس والا سوچنے لگا کہ یہ دونوں ڈاڑھی والے ہیں اور لڑ رہے ہیں، کیا بات ہوئی؟ تو مولانا مکی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو مولانا منظور صاحب ہیں یہ کیوں لڑیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ قادیانی ہے، اور قادیانی جو ہے وہ کافر ہوتے ہیں، تو مولانا نے دیکھا کہ یہ کافر ہے پلید ہے اور حرم میں پڑا ہوا ہے، کیا آپ حرم میں کوئی پلید چیز پڑی رہنے دیں گے، یا باہر پھینکدیں گے؟ تو محکمہ کا جو بڑا آدمی تھا اس نے قادیانی سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو وہ تھوڑی بہت عربی جانتا تھا وہ کہنے لگا یار ان مولویوں کی بات کو کیا سننا یہ خدا کے گھر میں کھڑے ہو کر جھوٹ بولتے ہیں، اور مجھے کافر بتا رہے ہیں دیکھئے حدیث رسول ہے ''من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فھومنا '' کہ جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہو، ہمارے کعبہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتا ہو اور ہمارا ذبح کردہ جانور بھی حلال سمجھتا ہو وہ ہماری جماعت سے ہے، حضورﷺ نے یہ نشانیاں بتلائی ہیں، اس نے کہا کہ حضورﷺ یہ مولوی ابھی مجھے کعبہ سے ہی پکڑ کر لا رہے ہیں، مجھے تھپڑ بھی مارے ہیں انہوں نے ان سے پوچھو کہ کیوں مارے ہیں، اور میں تو نماز پڑھ رہا تھا جونہی میں نے سلام پھیرا مولوی صاحب نے میرا گریبان پکڑ لیا، تو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور قرآن میرے گلے میں ہے باقی بات رہ گئی ذبیحہ کی تو آپ ابھی گوشت منگوائے میں کھاتا ہوں آپ کے ہاتھ کا تو پھر مجھے کیوں کافر کہا جا رہا ہے اچھا اب پولیس والا جو تھا وہ ایس، پی لیول کا آدمی تھا، وہ گرم ہوگیا، مولوی صاحب کو بھی آنکھ نکال کر دیکھنے لگا اور مجھے بھی کہ یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے اور تم کیا کہتے ہو، مولانا نے کہا کہ ایس، پی صاحب گذارش یہ ہے کہ جہاں چور ہوں سراغیں بھی اسی علاقہ میں ہوتی ہیں چور کے پاؤں دیکھنے والے بھی وہیں ہوتے ہیں آپ کے یہاں تو نہ یہ چور ہے اور نہ آپ پاؤں دیکھنے والے ہیں، آپ لمبی چوڑی اس سے تقریر نہ پوچھے، اس سے بس ایک سوال پوچھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، ایس، پی نے پوچھا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کیا ہوتا ہے؟ مولانا نے کہا کہ بس یہ پوچھے اس میں ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا، اس نے عربی میں پوچھا کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کیا کہتے ہو، اور مترجم سے کہا کہ تم ترجمہ کرو، اس نے کہا کہ میں سمجھ گیا وہ تو نبی تھا، ایس، پی صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ بس اب آپ جایئے اب یہ نبی جانے اور اس کا صحابی جانے اور ہماری حکومت جانے، ان کو ٹھیک کرنا ہمیں آتا ہے پھر اس نے اسے سب سے پہلے دو تین تھپڑ رسید کئے، اور کہا کہ قرآن اس کے گلے میں سے نکالو، کافر کو کیا حق ہے قرآن گلے میں رکھنے کا اس نے کہا کہ اب آپ فارغ ہیں مجھے مسئلہ سمجھ میں آگیا، آپﷺ تو خاتم الانبیاء ہے آپ کے بعد تو کوئی نبی نہیں، واقعی یہ کافر ہے اور آپ کی بات ٹھیک ہے۔ اور ایمان نام ہے توحید ورسالت دونوں کے ماننے کا اور آپﷺ کو خاتم النبیین ماننے کا

انما العبرة بالخواتیم

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے جو الحمدللہ اللہ نے ہم کو عطا فرمائی ہے، اب ہمیں چاہئے کہ ہم کوشش کریں کہ ہم دنیا سے اس کو ساتھ لیکر جائیں ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو، کیونکہ صرف ایمان کامل جانا کافی نہیں ہے بلکہ مرتے وقت تک اس پر قائم رہنا اور اس کو ساتھ لیجانا ضروری ہے، آپﷺ نے فرمایا کہ ''انما العبرة بالخواتیم '' کہ اعتبار انجام کا ہے، دیکھئے، اسی لئے ہمارے اکابرین کو اسکی کتنی فکر رہا کرتی تھی، میں اس سلسلہ میں چند واقعات ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر (۱) قشیریہ یا احیاء میں ہے کہ ایک بزرگ رو رہے تھے، کسی نے پوچھا حضرت کیوں رو رہے ہو؟ کیا گناہ یاد آگئے؟ انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا ''ان الذنوب کلھا اھون علی اللہ من ھذا التین کہ

سارے گناہ خدا کی نظر میں اس تنکے سے زیادہ بے وقعت ہے تو پوچھا کہ پھر کیوں رورہے ہو؟ کہا ایک فکر دامنگیر ہے اور وہ یہ ہے کہ گناہوں کی نحوست سے اور گناہوں کی ظلمت سے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت ایمان سے محروم ہو جاؤں اور دنیا سے محروم جاؤں بس اسی فکر میں رورہا ہوں۔

اب تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں

(۲) ایک بزرگ تھے وہ رورہے تھے کسی نے ان سے پوچھا حضرت کیوں روتے ہو؟ کیا گناہ یاد آ گئے؟ فرمایا کہ ہاں ایک زمانہ تھا کہ گناہوں پر روتے تھے، پوچھا اب؟ کہا اب تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں کہی ایسا نہ ہو کہ یہ متاع چلی جائے یہ وہ عظیم سرمایہ ہے کہ اس کے حاصل کرنے کیلئے ساری کائنات تج دی جائے، اور قربان کردی جائے، تب بھی سستا سودا ہے (سبق آموز بیانات ۲۵۶)

(۳) ایک برزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! مزاج کیسے ہیں؟ فرمایا کہ ایمان سلامت لے جائیں تب مزاج پوچھنا، ابھی کیا مزاج پوچھتے ہو خبر نہیں کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھے گا۔

مبارک موت

(۴) ربعی بن حراش کا واقعہ مسلم شریف کے مقدمہ میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے قسم کھائی کہ جبتک ٹھکانہ معلوم نہیں ہوگا اس وقت تک نہیں ہنسوں گا، چنانچہ زندگی بھر نہیں ہنسے، جب انتقال ہوا اور نہلانے کیلئے تختہ پر رکھے گئے تو کھل کھلا کر ہنس رہے تھے اللہ ایسی مبارک موت ہم لوگوں کو بھی نصیب فرمائیں آمین۔ (حوالہ بالا ص۱۸۵)

پتہ نہیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے

(۵) حضرت حسن بصری کے متعلق لکھا ہے کہ کسی نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا تم میرا حال پوچھتے ہو؟ میرا حال ایسا ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوں، اور کشتی ٹوٹ جائے اس کے تختے الگ ہو جائیں ان تختوں میں سے کسی ایک تختہ پر ایک آدمی بیٹھا ہوا اور سمندر میں کافی تلاطم ہوا سے ہر وقت ڈر ہے کہ اب ڈوبا تب ڈوبا، وہ جس بے چینی اور بیقراری میں ہوگا اس سے زیادہ بیقراری مجھے ہے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھے گا (فیض ابرار ۶/۴۳)

نظرِ انتخاب

(۶) حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی میں لکھتے ہیں راقم سطور نامہ سیاہ سے اگر فرمائش کی جائے کہ سارے قرآنِ مجید سے کسی ایک آیت کا اپنے لئے انتخاب کرے تو اس کی نظرِ انتخاب ''ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلاتموتن الا وانتم مسلمون'' پر پڑے گی، جی میں ہے کہ زندگی کی ہر ساعت میں یہی آیت ورد زبان رہے اور دل مین اسی کے معنی کا استحضار رہے، موت کے وقت یہی دل وزبان پر ہو، اور بعد موت یہی کفن پر بھی لکھدی جائے اور قبر کے کتبہ پر بھی کندہ کردی کردی جائے، بارہا اس آیت پر وجد طاری ہو چکا ہے، بارہا اس آیت پر آنسو جاری رہ چکے ہیں، اور دل یہ کہتا ہے کہ احکام کی حدتک سارے قرآن مجید کا لب لباب یہی آیت ہے (تفسیر ماجدی ۱/۲۵۶)

اعتبار خاتمہ کا ہے

(۷) حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام خط لکھا کہ حضرت مجھے آپ کے ایسے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں شائع کروں کیونکہ بعض دفعہ چلے جانے کے بعد لوگوں کو علم ہوتا ہے تو انہیں افسوس ہوتا ہے کہ اتنا بڑا انسان دنیا سے چلا گیا اور ہم نے فائدہ نہیں اٹھایا تو حضرت شیخ نے جو جواب دیا مولانا منظور صاحب نے روتے ہوئے نقل فرمایا کہ حضرت شیخ نے مجھے لکھا کہ بھائی مولوی منظور تم یہ سب کہہ رہے ہو مگر اعتبار خاتمہ کا ہے اس کی نہ مجھے خبر نہ تمہیں، تو خاتمہ کا معاملہ بڑا سنگین ہے (فیضِ ابرار ۸/۷۳)

حسنِ خاتمہ کی فکر

(۸) ہمارے قصبۂ لاجپور کے ایک بزرگ تھے اور وہ بالکل اس بات کا نمونے تھے کہ جس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب دیوانؒ جن کا ابھی ماضی قریب ہی میں انتقال ہوا ہے (۷☆ شوال ۱۴۲۶ھ) حضرت کو بھی حسنِ خاتمہ کی بڑی فکر تھی آپ نے پہلی بیعت حضرت تھانویؒ کے دستِ اقدس پر اور دوسری بیعت حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دستِ اقدس پر فرمائی اور تیسری بیعت حضرت شاہ عبدالرحیم مجددی صاحبؒ کے ہاتھ پر فرمائی واقعہ یہ ہوا کہ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سورت تشریف لائے تو آپ ان کی ملاقات وزیارت کیلئے حاضر ہوئے آپ نے آگے بڑھ کر مصافحہ ومعانقہ کیا پہلی ملاقات پر ان کی پُرخلوص محبت اور خصوصی توجہ سے ان پر فریفتہ ہوگئے، اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے شرفِ قبولیت سے نوازا، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب نے رخصتی ملاقات کے وقت عرض کیا کہ حضرت حسنِ خاتمہ کیلئے دعا فرمائیں حضرت نے فوراً فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا (یعنی ایمان پر خاتمہ ہوگا) (تذکرہ عبدالقدوس ۲۴،۲۵ بتغیر)

مولانا محمد امرتسری کا واقعہ

(۹) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب (یعنی حضرت مولانا محمد امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) وفات سے چندروز پہلے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو ملنے ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، اور عرض کیا کہ میرے یہاں آنے کا سبب جہاں آپ کی ملاقات اور زیارت مقصود تھی، وہاں سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آپ سے اپنے حسنِ خاتمہ کیلئے دعا کا کہنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، اللہ جل شانہ میرا خاتمہ ایمان پر نصیب کریں۔

حضرت لاہوریؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت اللہ نے آپ سے اس ملکِ پاکستان، لاہور اور اس کی وجہ سے ساری دنیا کے اندر جو اسلام کی خدمت لی ہے، یہ حضرت کی کامیابی کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگی، اور پھر حضرت تھانویؒ کے ساتھ جو اللہ نے تعلق جوڑا ہے، ایسا مثالی تعلق کسی خوش نصیب ہی کو حاصل ہوسکتا ہے۔

(بیس علمائے حق)

اور حضرت مولانا محمد امرتسری کے متعلق حاجی فاروق صاحب سکھرویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اکابر میں سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کو دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ پکڑ کر کہتے تھے کہ ہاں بھئی! میرے لئے حسنِ خاتمہ کی دعا کرنا ایسا حال ان پر طاری تھا، (اصلاح افروز بیانات)

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے چند اشخاص کے ان میں پہلا مشرک ہے اس کی مغفرت نہیں ہوتی، تو معلوم ہوا کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے اور اس پر ہمیشہ ہمیش کی کامیابی کا دارومدار ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور مرتے دم تک حفاظت کریں اور دنیا سے جاتے وقت اس گراں قدر اور انمول نعمت کو اپنے ساتھ لیجائیں کہ ''انما العبرة بالخواتیم او کماقال علیه الصلوٰة والسلام''۔

حسنِ خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہئے

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حسنِ خاتمہ کی دعا بہت الحاح کے ساتھ کرنا چاہئے، اس لئے کہ تمام بھلائیوں اور سعادتوں سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ آدمی اس دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے، اور حضرت نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض دفعہ زندگی میں ایمان سلب ہوجاتا ہے، موت پر اس کا ظہور ہوتا ہے، بڑے ڈر کی بات ہے، اللہ پاک ایمان کی حفاظت فرمائیں، آمین (فیضِ ابرار ۸/۷۰)

پیر ننھے میاں کا ایک قیمتی ملفوظ

اسی وجہ سے پیر ننھے میاں صاحب بھوپالیؒ جہاں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ تشریف لے جاتے تھے وہ فرماتے تھے جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان کلمہ کے ساتھ دنیا سے گیا، ایمان کے ساتھ گیا تو جی میں آتا ہے کہ اس کے رشتہ داروں کے پاس مٹھائی لیکر جاؤں اور مبارک باد دوں، مگر دنیا کا عام عرف یہ ہے کہ اگر ایسا کروں تو لوگ فالِ بد لیں گے کہ دیکھو اس کا انتقال ہوگیا اور یہ مٹھائی لیکر آرہے ہیں (سبق آموز بیانات ۱۸۵)

اسی فکر کا نتیجہ تھا کہ ہمارے اکابر دنیا سے جاتے وقت حاضرین کو بتاتے ہوئے جاتے تھے کہ میں دنیا سے مسلمان جارہا ہوں، آپ اس پر گواہ رہنا۔

میں مسلمان جارہا ہوں

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ راندیر ضلع سورت) ابھی ابھی انتقال فرماگئے رات دو بجے تکلیف ہوئی ان کو ہسپتال لے جایا گیا وہاں تھوڑی دیر رہے اس کے بعد وہ مشین لگائی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ قلب بند ہورہا ہے تو آپ نے ڈاکٹروں کا شکریہ ادا کیا کہ تم لوگوں نے بہت کوشش کی، اس کے بعد فرمایا حاضرین سے ''میں اس دنیا سے مسلمان جارہا ہوں'' یہ فرمانے کے بعد زبان پر ذکر جاری تھا اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہوگئے شبِ جمعہ اور تہجد کا وقت تھا رات چار بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ کتنی مبارک موت، اللہ تعالیٰ ایسی موت ہمیں بھی نصیب فرمائیں، حضرت مولانا اپنی زندگی میں ہر ایک بیان میں اس بات کا تذکرہ کرتے تھے ''ولا تموتن الا وانت مسلمون'' اور ماشاءاللہ موت کے وقت بھی وہ کلمات منہ سے جاری تھے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بہت بڑا شرف ہے (سبق آموز بیانات ۱۸۴،۱۸۵)

میں ایمان والا ہوں

ایسا ہی واقعہ حضرت مولانا محمد اکرام علی صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک) کا ہے، تذکرۂ نمونہ سلف میں لکھا ہے کہ پیر کے دن عصر کے وقت طبیعت بگڑنے لگی اور دوبارہ I.C.U. میں لے جانا ضروری ہوا لے جانے سے کچھ قبل عیادت کرنے والوں میں سے بعض (فاضلِ جامعہ) سے مخاطب ہوکر فرمایا، تم میرے لئے گواہ رہنا تاکہ تمہاری گواہی کی وجہ سے میرا بیڑا پار ہوجائے میں ایمان والا ہوں اور میں ایمان کے ساتھ جاؤں گا، انشاءاللہ قرآن برحق ہے رسول بھی برحق ہے، اور پھر عبدالرؤف بھائی منیار کو فون سے جلد

طلب کیا، بابو! اب ہم جارہے ہیں اور پھر زبان پر کلمہ طیبہ اور تسبیح جاری تھی، اور آخرکار روح قبض ہوگئی۔ (تذکرۂ نمونہ سلف ۳۲،۳۳)

میں مسلمان ہوکر مرتا ہوں

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ آخری وقت میں نہایت اطمینان سے وصیت کی، بالخصوص یہ کہ میری لاش کو بکیر ہرگز ہرگز نہ لیجانا اور سب حاضرین سے کہا کہ سب صاحب گواہ رہیں کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان مرتا ہوں، پھر زور سے اور نہایت جوش کے ساتھ کلمہ شریف باوجود نہایت نقاہت کے بار بار پڑھتے رہے (کشکولِ مجذوب ۴۶۳)

ایک قیمتی دعاء

اب میں اپنی بات کو حکیم فخر الدین صاحبؒ کی دعا پر ختم کرتا ہوں جو حکیم فخر الدین صاحب مانگا کرتے تھے ہم بھی مانگا کریں، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے حکیم صاحب مرحوم نے ایک موقع پر بڑی عجیب بات فرمائی اور عارفین کے قلب پر ایسی ہی بات آتی ہے فرمایا کہ میں نے تو اپنے ایمان کے باب میں حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ رب العالمین میں کمزور ہوں میرے اپنے بدن کی اور دنیا کی چیزوں کی حفاظت مجھ سے نہیں ہوتی ہے اور ایمان کی اتنی بڑی دولت آپ نے دیدی ہے اس کی حفاظت کیسے کروں گا یہ دولت میں آپ کے پاس امانت رکھتا ہوں جب دنیا سے جاؤں گا تو آپ سے لیتا جاؤں گا، چنانچہ انتقال بھی ہوا اس شان کے ساتھ کہ فرمایا مجھے قبلہ رو کیا جائے، اس کے بعد فرمایا کہ یٰسین پڑھو لوگ سمجھے نہیں تو لکھ کر دیا کہ یٰسین شریف پڑھو اور شہادت کی انگلی تین دفعہ اٹھائی اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون (سبق آموز واقعات ۴۰۶،۴۰۷)

واقعۃً اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی

تو میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے اور اسی پر آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی کامیابی کا دار ومدار ہے، اوراس کی ضد کفر وشرک یہ ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم میں رہنے کا ذریعہ ہے، اور یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کے لئے کبھی بھی مغفرت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کے ایمان کی مرتے دم تک حفاظت فرمائیں، اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائیں آمین۔تو جن لوگوں کی شبِ برأت میں بھی مغفرت نہیں ہوتی اور جس گناہ کی معافی اور بخشش نہیں ہوتی وہ کفر وکافر اور شرک ومشرک ہے، آج اپنی بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں، بقیہ کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ عرض کی جائے گی

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

تعزیتی پروگرام

بروفات سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

ازعلمائے لاجپور، سورت، گجرات

صفحات	عنوانات

كل نفس ذائقة الموت

وعظ (۱)

مولانا عبدالسلام لاجپوری دام ظلّہ

نحمده و نصلى علٰى رسوله الكريم ، اما بعد

فاعوذ باللّٰه من اشيطٰن الرجيم☆بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ☆

كل نفس ذائقة الموت ☆ صدق اللّٰه العظيم

وقدورد فى الحديث

وقال النبى صلٰى اللّٰه عليه وسلم اذكروا محاسن موتاكم او كما قال عليه الصلٰوة والسلام

قابلِ صداحترام، حضراتِ علماءِ کرام، محترم بزرگوں اور دوستوں۔ اور آج کے اس اجلاس کے صدرِ محترم یادگارِ اسلاف، فخرِ لاجپور، حضرت مولانا عبدالقدوس دیوان صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

حضرات! آج کا یہ اجلاس جیسا کے ہم سب جانتے ہیں حضرت مولانا مفتی وقاری حافظ سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ثم راندیریؒ کی یاد میں منعقد ہوا ہے، مجھے حکم ہوا ہے کہ مختصر سے وقت میں حضرت مفتی صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ پر کچھ روشنی ڈالوں، اذکروا محاسن موتاکم

محترم حضرات! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ ''اذکروا محاسن موتاکم'' اس

روایت کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے چند باتیں عرض کرنی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش نوساری شہر کے موٹھواڑ محلّہ میں شوال المکرّم ۱۳۲۱ھ بمطابق ۳ دسمبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔

پھر جب حضرت کچھ بڑے ہوئے تو قرآنِ کریم کو حفظ کیا، اوراسکے ساتھ ساتھ فنِّ تجوید سے بھی واقفیت حاصل کی، حضرت مفتی صاحب کی آواز بہت نفیس اور لہجہ بڑا دلکش تھا۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے نوساری جامع مسجد کے ذمہ دار حضرات نے آپکو نوساری کی جامع مسجد کا امام منتخب کیا، حضرت قرآنِ کریم کو بڑی دلکش آواز میں پڑھتے تھے۔ لہٰذا سننے والوں کو بھی بڑا لطف آتا تھا اور سننے والے حضرات یہ خواہش کرتے تھے کہ حضرت زیادہ سے زیادہ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں۔ حضرت کی اس خوش الحانی کا چرچہ پورے نوساری شہر میں ہوگیا، اوراس کا نتیجہ تھا کہ لوگ دور دور سے حضرت کے پیچھے نماز میں قرآنِ کریم سننے کے لئے آتے تھے۔

حضرت کی اس خوش الحانی کا چرچہ جاری ہی تھا کہ گجرات کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر کے بانی و مہتمم حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ اور جامعہ حسینیہ کے ناظمِ اعلیٰ حافظ احمد موٹا صاحبؒ نوساری حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی عزیزہ ہمشیرہ کے نکاح میں تشریف لائیں، انہوں نے بھی نوساری میں آکر حضرتؒ کی اس خوش الحانی کا چرچہ سنا تو ارادہ کیا کہ وہ بھی آئندہ کل فجر کی نماز نوساری کی جامع مسجد میں حضرتؒ کے پیچھے پڑھیں گے، چنانچہ ان دونوں حضرات نے فجر کی نماز حضرتؒ کے پیچھے پڑھیں، دونوں حضرات کو حضرتؒ کا قرآن پڑھنا اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا کہ انہوں نے حضرتؒ سے کہا کہ آپ اس بستی کے لائق نہیں ہیں آپ تو راندیر جیسی علمی بستی کے لائق ہیں۔ اس طرح حضرتؒ نوساری سے راندیر تشریف لے آئے، اور راندیر آکر آپ نے درجۂ عالمیت کے موجودہ نصاب کی تکمیل فرمائی۔

جب حضرتؒ نوساری سے راندیر تشریف لائیں تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے حضرتؒ کو راندیر کی ہجیرہ مسجد میں بیس (۲۰) روپیہ ماہانہ تنخواہ پر امامت پر لگا دیا، تو حضرت ایک طرف امامت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے اور ساتھ میں جامعہ حسینیہ میں درجہ عالمیت میں پڑھتے رہیں، اور وہیں پر آپ نے اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ سے فتوی نویسی کی مشق بھی کی، اوراس میں ایسی مہارت حاصل کی کہ آج پوری دنیا میں حضرتؒ کے لکھے ہوئے فتاوی جو ''فتاوی رحیمیہ'' کے نام سے موسوم ہیں اس سے اہل علم اورعوام برابر استفادہ کر رہے ہیں۔ یہ فتاوی ''فتاوی رحیمیہ'' کے نام سے دس (۱۰) جلدوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اور کہنا چاہئے کہ یہی فتاوی حضرتؒ کیلئے صدقۂ جاریہ بھی ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا ذوقِ عبادت

آج میں راندیر گیا تھا وہاں مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کے ایک متعلق نے یہ بات بتائی کہ جس دن رمضان المبارک کا پہلا چاند ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی تراویح یہاں گھر میں پڑھی جائے، اب ہم لوگ ذرا یہاں ٹھہر کر یہ سوچیں کہ کیا ہمارا حال بھی عبادتوں کے ساتھ ایسا ہی ہے؟ یا ہم لوگ عبادت سے جی چراتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عبادتوں کی ادائیگی کا ذوق نصیب فرمائیں، آمین۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے گھر میں تراویح کی ادائیگی کی خواہش ظاہر فرمائی اس کے تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ ابھی ابھی شیخ محمد رضا اجمیریؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر خواب میں تشریف لائے تھے انہوں نے مجھ سے ملاقات کی (گویا حضرت مفتی صاحبؒ اپنے اس خواب سے اس طرف اشارہ کرنا چاہتے تھے کہ اب میں اپنے دوست شیخ محمد رضا اجمیریؒ سے ملنے والا ہوں اب میرا سفر آخرت قریب ہے) تو خیر، اس دن حضرتؒ کے حکم سے حضرتؒ کے گھر میں تراویح پڑھی گئی، لیکن چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی طبیعت ناساز تھی (ٹھیک نہیں تھی) اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ نے اس دن تو تراویح نہیں پڑھی، جب دوسرے دن تراویح پڑھی جانے لگی تو اس دن بھی حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے آپ نے تراویح کی شروع کی دس رکعتیں تو نہیں پڑھیں، لیکن اب ہم حضرتؒ کا ذوقِ عبادت دیکھیں کہ باوجود شدید بیماری کے بھی حضرت کے حسّاس دل نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ تراویح جیسی عظیم الشان عبادت سے پیچھے رہا جائے، چونکہ حضرت

سخت بیمار تھے وضونہیں کر سکتے تھے۔تو آپ نے تیمّم کیا اور تراویح کی اخیری دس رکعتیں اور وتر کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے عمل سے سبق حاصل کرتے ہوئے عبادتوں کی ادائیگی کا اہتمام نصیب فرمائیں۔''آمین''۔

اور میرے استاذِ مکرم حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی آگروی دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر اور خطیب ہجیرہ مسجد نے بتلایا کہ گذشتہ سال بھی پورے رمضان المبارک کے روزے حضرت مفتی صاحبؒ نے رکھے تھے حالانکہ حضرت کی طبیعت اس سال بھی ناساز تھی۔

مجھے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ یاد آیا یہ واقعہ حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے دو تین سال پہلے کا ہے سورت اور راندیر میں پانی کا زبردست سیلاب آیا ہوا تھا۔تو ہم نے دیکھا کہ راندیر کے تمام محلوں میں سیلاب کا پانی بھر گیا تھا۔جس کی وجہ سے لوگوں کا کافی مالی نقصان بھی ہوا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ والوں کی شان دیکھیں کہ اللہ والے جس محلّہ میں رہتے ہیں اس محلّہ والوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی رحمتیں ان کی وجہ سے ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں ایسی مدد فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ راندیر کے ہر محلّہ میں اور ہر جگہ پانی تھا،لیکن حضرت مفتی صاحبؒ جس محلّہ میں رہتے تھے باوجودیکہ وہ کوزوے سے بہت قریب تھا پھر بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے محلّہ میں سیلاب کے پانی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کہنا چاہئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے محلّہ والوں کی جانی اور مالی حفاظت فرمائی۔

مفتی صاحب کی شخصیت مرجع الخلائق تھی

اور حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت مرجع الخلائق تھی ہند اور بیرونِ ہند سے بڑے بڑے علماءِ کرام حضرت مفتی صاحبؒ کی نسبت سے راندیر تشریف لاتے تھے،حضرت مفتی صاحبؒ کی برکت سے راندیر کے دونوں ادارے دارالعلوم اشرفیہ اور جامعہ حسینیہ کے اساتذۂ کرام اور طلباءِ عظام کو بھی ان بزرگوں کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کا موقع ملتا رہتا تھا۔اب افسوس! کہ آپ دنیا سے پردہ فرما گئے۔جس کی وجہ سے ایک عظیم دینی فائدے سے دونوں ادارے کے اساتذۂ کرام اور طلباءِ عظام محروم ہوگئے۔

اسی طرح دونوں ادارے کے اساتذۂ کرام اور طلباءِ عظام کو ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ دونوں ادارے کے اساتذۂ کرام اور طلباءِ عظام جو وقتاً فوقتاً حضرت کی خدمت میں دعا اور قیمتی نصیحتیں حاصل کرنے کیلئے جایا کرتے تھے اس سے محروم ہوگئے۔حضرت کا یہ معمول تھا کہ آپ عصر کے بعد کسی خادم سے قرآن کریم مع اسکی تفسیر کے سنتے تھے،اس وقت کا ایک واقعہ مجھے یاد آرہا ہے جس سے حضرت کی قرآن کریم سے حد درجہ وابستگی اور آپ کی علمی استعداد کی پختگی کی ایک جھلک کا پتہ چلتا ہے،اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی عمر مبارک نوے(۹۰) سال سے متجاوز ہوچکی تھی،واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے یہاں ایک خادم قرآن کریم مع اسکی تفسیر کے حضرت کو سنا رہے تھے حضرت نے کئی مرتبہ اسکوٹوکا کہ پھر سے پڑھو اور جتنی بھی مرتبہ اسکوٹوکا تو اس پڑھنے والے کو احساس ہوا کہ واقعتاً اسنے غلط پڑھا تھا۔اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس ضعیف العمری میں بھی قرآن کریم کی تفسیر پر کتنا استحضار تھا،حالانکہ یہ عمر کا وہ حصّہ کہلاتا ہے جس میں عام طور پر لوگوں کی عقلوں میں فتور آجاتا ہے،لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے حافظہ کو سلامت رکھا اور حضرت مفتی صاحبؒ کی عقل میں کوئی فتور نہیں آیا،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو قرآنِ کریم سے کتنی محبت تھی،کہ جب عمر کے اس حصّہ کو پہنچ گئے کہ جب خود قرآنِ کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے تھے تو اوروں سے قرآنِ کریم پڑھوا کر اس سے اپنا تعلق قائم رکھا ،اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن کریم سے سچی وابستگی،محبت اور اسکے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ ''آمین''۔

درسِ توحید

اب اخیر میں ایک بات کہہ کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں،علماءِ اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اس روئے زمین پر سب سے مقدس اور سب سے زیادہ عظمت والی کتاب قرآنِ کریم ہے،اور اسکے بعد اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ " الصحیح البخاری " کہ قرآنِ کریم کے بعد سب سے معتبر کتاب اس روئے

زمین پر اگر کوئی ہے تو وہ بخاری شریف ہے بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو جس باب پر ختم کیا ہے اور جو آخری باب باندھا ہے وہ باب ہیں توحید کا۔

اور ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی اپنی آخری تصنیف ''درسِ توحید'' نامی لکھی۔اس سے میں یہ نیک فالی لیتا ہوں کہ جس طرح امام بخاریؒ نے لوگوں کو جو آخری نصیحت فرمائی وہ توحید پر قائم رہنے کی تھی۔

ٹھیک اسی طرح حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی اس دنیا سے جاتے جاتے لوگوں تک جو بات پہنچانے کی کوشش کی وہ یہ تھی کہ اپنے عقائد کو درست کریں اور اس میں گڑبڑی نہ کریں اور اس کی خوب اچھی طرح حفاظت کریں۔تو کہنا چاہئے کہ حضرت امام بخاریؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کی آخری بات اور ان کا آخری پیغام امّت تک ایک ہی رہا اور وہ ہے ''درسِ توحید''۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اور تمام مسلمانوں کے عقائد کی مرتے دم تک حفاظت فرمائیں اور توحید کا صحیح مفہوم سمجھ کر اس کے مطابق ہمیں اپنی زندگی گذارنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔

دعائیہ کلمات

اور اللہ تعالیٰ اس سرزمینِ لاجپور سے جو علمی طور سے یتیم ہو چکی ہے واپس اس سرزمین سے ایسا عالم باعمل اور فقیہ پیدا فرمائیں۔اور لاجپور کے گھرانوں میں حفاظ، قراء، اور علماءِ باعمل اور دین کے داعی پیدا فرمائیں۔اور ہمیں حضرت کی چھوڑی ہوئی تصنیفات اور تالیفات کو پڑھنے کی اور اس میں لکھی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں انہیں کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین۔

''ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد''

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

کل نفس ذائقة الموت

وعظ (۲)

مفتی آصف لاجپوری دام ظلہ

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم ۔ امّا بعد

فاعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم ☆بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم ☆

" کل نفس ذائقة الموت " ☆ صدق اللّٰه العظیم ۔

کل نفس ذائقة الموت

بزرگانِ محترم، معززعلماءِ کرام، اور برادرانِ اسلام!

آج کا یہ اجلاس وقارِ سادات، سید الفقہاء، فقیہ العصر، فخر گجرات، حضرت مولانا سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے دارِفانی سے دارِبقا کی جانب منتقل ہوجانے کی وجہ سے منعقد ہوا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ذاتِ گرامی جنہیں ہم چند روز پہلے ''دامت برکاتہم'' کہتے تھے انہیں آج ''نوراللہ مرقدہٗ'' کہنے پر دل کانپتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے زبان لرزتی ہے۔ آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں اور دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات اس دنیا سے رخصت ہوچکی ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ ''کل نفس ذائقة الموت''۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' اس کے آگے سرِ خم تسلیم کرتے ہوئے اور اس آیت پر ایمان رکھتے ہوئے ہمیں یہ بات ماننی ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات اس دارِفانی سے دارِبقا کی جانب منتقل ہوچکی ہیں۔

آج امت یتیم ہوچکی ہے

حضرات محترم! حضرت کے علمی کمالات اور اوصافِ حسنہ کو بیان کرنا مجھ جیسے ناقص العلم اور کم فہم طالب علم کا کام نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی کمالات اور اوصافِ عزیزہ کو بیان کرنے کیلئے بڑے حضرات کی نوکِ زبان چاہئے۔

حضرات! مجھے سن ۱۹۹۵ء سے لیکر حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات تک برابر حضرت مفتی صاحبؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا، اور حضرتؒ کے پند ونصائح سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا رہا۔ جب حضرت کے پاس جانا ہوتا تھا اور اس وقت حضرتؒ کے پاس اگر یہ خبر پہنچتی کہ فلاں عالم کا انتقال ہوگیا ہے تو حضرت مفتی صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ اس اللہ والے کے دنیا سے رخصت ہوجانے کی وجہ سے آج اُمت یتیم ہوچکی ہے۔ ان کے سر سے ایک مشفق روحانی باپ کا سایہ اُٹھ چکا ہے، آج میں بڑے ہی افسوس کے ساتھ حضرت ہی کے الفاظ ان پر لوٹاتا ہوں کہ یقیناً آج حضرت مفتی صاحبؒ کے اس دنیا سے اُٹھ جانے کی وجہ سے امت یتیم ہوچکی ہے اور ان کے سر سے روحانی پدر کا سایہ اُٹھ چکا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی نصیحت

میں جب بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں جاتا تھا اور حضرت مفتی صاحبؒ سے دعا کی درخواست کرتا تھا تو حضرت ہمیشہ یہ دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں علم نافع عطا فرمائیں۔ اور پھر یہ نصیحت فرماتے تھے کے علم دین کے حصول میں خوب محنت کرو، اسکے پیچھے اپنے قیمتی اوقات کو خرچ کرو۔ اور پھر فرماتے تھے کہ علم دین حاصل کرنے کے بعد ایسی خدمات انجام دو کہ لوگ تمہاری خدمات سے خوب دینی فائدہ اُٹھائیں۔ لوگ تمہاری خدمات کی وجہ سے تمہیں یاد رکھیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کی کی ہوئی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔

لاجپور کا چراغ تھا جو راندیر میں جل رہا تھا

اب میں آخری بات کہکر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے بہت ہی کم عمری میں اپنے گاؤں لاجپور کو خیر باد کہہ دیا تھا، اسکے باوجود حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور اور اہلِ لاجپور سے بہت زیادہ لگاؤ اور محبت تھی، اور آپ لاجپور اور اہلِ لاجپور کیلئے دعائیں خیر کرتے رہتے تھے، اور آپ ہمیشہ اپنی نسبت لاجپور کی

طرف کرتے رہے۔کہنا چاہیئے کہ یہ لاجپور کا وہ چراغ تھا جو راندیر میں جل رہا تھا اور جس سے پوری دنیا میں علمی روشنی پھیل رہی تھی۔لہٰذا آج حضرت کے چلے جانے سے علمی دنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔جب حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور اور اہلِ لاجپور سے اتنی زیادہ محبت تھی تو ہمارا بھی یہ اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ ہم بھی حضرت مفتی صاحبؒ کیلئے دعائیں خیر کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت مفتی صاحبؒ کا نعم البدل نصیب فرمائیں۔’’آمین‘‘

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

کل من علیها فان ☆ ویبقی وجه ربك ذوالجلال واکرام☆

وعظ (۳)

مولانا ابوبکر صاحب لاجپوری مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم . امّا بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆

کل من علیہا فان ، ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام☆صدق اللہ العظیم

مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے ہدایت تھا

واجب الاحترام، حضرات علماءِ کرام، محترم بزرگوں اور دوستوں!

آج کا یہ اجلاس جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں حضرت مفتی صاحب کے اس دارِفانی سے دارِ آخرت کی طرف تشریف لے جانے کی وجہ سے منعقد ہوا ہے، میں کچھ باتیں حضرت مفتی صاحبؒ کے متعلق آپ سے کہنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ حضرات بغور سماعت فرمائیں گے۔

حضرت مفتی صاحبؒ اپنے زمانے کی بہت بڑی شخصیت تھیں آپکی وجہ سے بہت سے فتنے دبے ہوئے تھے، جیسے کہ غیر مقلدیت، مودودیت، رضاخانیت، وغیرہ وغیرہ، کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی فرقہ، اہلِ حق کے خلاف فتنہ کھڑا کرنا چاہتا تھا تو حضرت مفتی صاحبؒ اہلِ حق کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے کوئی رسالہ یا کتابچہ شائع فرماتے تھے جسکی وجہ سے وہ فتنہ دب جاتا تھا، اور امت کو صحیح راستہ مل جاتا تھا، یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا وجود ہمارے لئے سراسر ہدایت تھا۔

آپ مادرزاد ولی تھے

اللہ تعالیٰ نے یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو مادرزاد ولی بنایا تھا، آپ ولیٔ کامل تھے، اس بات کی بہت سے علماءِ کرام نے تصدیق کی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کو بہت چاہتے تھے، اور جب حضرت مفتی صاحبؒ نے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اپنی اصلاح کے لئے خط لکھا تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپکی اصلاح کرسکوں، آپ کی ذات سے تو لوگوں کو بہت فائدہ پہونچ رہا ہے اور آپ تو بنے بنائے ہیں، یعنی آپکو اللہ تعالیٰ نے مصلح بنالیا تھا۔

آپ کی صحبت ذریعۂ سکون تھی

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی عطا فرمایا تھا، اور دونوں سے لوگوں کو اطمینان ملتا تھا، ظاہری حسن سے سکون اس طور پر ملتا تھا کہ کوئی شخص دنیوی اعتبار سے کتنا ہی پریشان ہوتا جب وہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی اس کو سکون مل جاتا تھا، اور جو آدمی دینی اعتبار سے کوئی الجھن میں ہوتا اور حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت مفتی صاحبؒ اپنے روحانی علوم سے اس کو مستفیض فرماتے، جسکی وجہ سے اسکی الجھن دور ہوجاتی تھی، اور اسکے دل میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا تھا، تو اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے بہت پرسکون تھا۔

الاستقامة فوق الكرامة

اور آپ دیکھئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے تقریباً سو سالہ زندگی استقامت کے ساتھ گزاری، حضرت مفتی صاحبؒ کی موجودگی میں کتنے ہی داخلی اور خارجی فتنے آئیں لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے ان سے کوئی اثر قبول نہیں کیا اور حضرت مفتی صاحبؒ برابر مستقیم الحال رہے، اور پوری زندگی دین پر استقامت کے ساتھ گزاری، اور استقامت وہ دولت ہے کہ جسکے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ” الاستقامة خير من الفِ كرامةٍ “ (مرقاة) کہ استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس پرفتن دور میں دین پر استقامت نصیب فرمائیں، آمین۔

آپ کے حق میں آپ کے اساتذۂ کرام کی دعا

حضرات! حضرت مفتی صاحبؒ سے ان کے اساتذۂ کرام بھی بہت خوش تھے، اور آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، اور آپ کے حق میں دعائیں خیر کرتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ جب جامعہ حسینیہ راندیر میں پڑھ رہے تھے اس وقت جامعہ حسینیہ کے بانی ومہتمم حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ راندیری نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں اور آپ کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا خوب کام لیں اور آپکے علومِ دینیہ سے لوگوں کو خوب فائدہ پہونچائیں، آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بانئ جامعہ حسینیہ کی وہ دعا جو حضرت مفتی صاحبؒ کے حق میں کی تھی حرف بحرف قبول فرمائی۔

فتاویٰ رحیمیہ پڑھ کر دینی رہنمائی حاصل کریں

الحمد للہ! حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی جو ''فتاوی رحیمیہ'' کے نام سے اردو زبان میں اب تک دس جلدوں میں اور گجراتی زبان میں پانچ جلدوں میں چھپ چکے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم لوگ جس زبان میں یہ فتاوی پڑھ سکتے ہو وہ خریدیں اور انہیں پڑھ کر دینی رہنمائی حاصل کریں، اور ہم سب کو چاہئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کیلئے دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں، حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور ان پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب فرمائیں، آمین۔

ایک دعا جس کو ہمیں پڑھتے رہنا چاہئے

اور ہمیں چاہئے کہ ہم یہ دعا بھی پڑھتے رہیں ''اللھم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده'' کہ اے اللہ تعالیٰ! جیسے آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی سو سالہ زندگی میں ہمیں سکون واطمنان کے ساتھ رکھا ان کے چلے جانے کے بعد بھی ہمیں فتنہ وفساد میں مبتلا مت کرنا، کیونکہ اللہ والوں کے دنیا سے چلے جانے سے دنیا میں بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں، اور امن وسکون ختم ہو جاتا ہے، یہ مبارک مہینہ (رمضان المبارک کا) بھی چل رہا ہے تو اس میں ہم خوب دعائیں کریں اور ساتھ میں یہ بھی پڑھتے رہیں کہ ''اللھم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده'' اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرور وفتن سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم سب کو دین پر استقامت نصیب فرمائیں، اور اپنے اپنے مقررہ وقت پر حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

كل نفس ذائقة الموت

وعظ (۴)

قاری عبدالحق صاحب لاجپوری مدظلہ العالی

نحمده ونصلی علٰی رسوله الكريم . امّا بعد" كل نفس ذائقة الموت"☆

محترم حضرات! آپ کو یہ بات معلوم ہی ہے کہ آج کا ہمارا یہ تعزیتی اجلاس حضرت مفتی صاحب کی یاد میں رکھا گیا ہے، جیسا کہ ہمارے رفیقِ محترم نے بھی مجھ سے پہلے بیان فرمایا اور بالکل صحیح فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ جن کے نام کے ساتھ ہم لوگ آج سے پہلے تک "دامت برکاتہم" لکھا اور بولا کرتے تھے۔ آج ان کے نام کے ساتھ "نوراللہ مرقدہٗ" کہتے ہوئے ہمارا کلیجہ منہ کو آتا ہے، لیکن جیسے ہمارے رفیقِ محترم نے قرآنِ کریم کی آیت کا ایک ٹکڑا تلاوت فرمایا کہ "كل نفس ذائقة الموت" کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہاں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا ہے۔ یہاں نہ کوئی رہا ہے اور نہ کوئی رہیگا، تو حضرت مفتی صاحبؒ بھی ہم سے پردہ فرما گئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر کو نور سے منور فرمائیں، اور حضرتؒ کے فیض کو جاری رکھیں، آمین۔

حضرت مفتی صاحب کی اپنے گاؤں سے محبت

اب میں آپکو کچھ موٹی موٹی باتیں کہنا چاہتا ہوں، سب سے پہلی بات تو یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور سے بیحد محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ہمیشہ اپنے نام کیساتھ "لاجپوری" لکھا۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحبؒ تو لاجپور سے ہجرت کر گئے تھے۔ اور نوساری تشریف لے گئے تھے پھر اس کے بعد راندیر میں مقیم ہوئے تھے، اسکے باوجود بھی اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ "لاجپور" لکھا۔ مثلاً آپ حضرت مفتی صاحبؒ کی کوئی تصنیف کو اٹھا کر دیکھ لیں اسکے اوپر لکھا ہوگا، "حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری" یا پھر آپنے اخبار میں بھی پڑھا ہوگا چاند کی خبر کے سلسلے میں اخبار میں لکھا ہوتا ہے کہ راندیر چاند کمیٹی کے صدر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب

لاجپوری دام ظلہ کا فرمان ہے کہ چاند ہو گیا ہے‘‘ تو دیکھئے وہاں بھی لاجپوری لکھا ہوتا ہے۔

تو حضرت مفتی صاحبؒ کا پوری زندگی اپنے نام کیساتھ ’’لاجپوری‘‘ لکھتے رہنا ہمارے لئے بڑے شرف کی بات ہے، اور حضرت مفتی صاحبؒ کی اپنے گاؤں لاجپور سے محبت ہونے کی یہ سب سے بڑی علامت اور سب سے بڑی دلیل ہے، میری اتنی عمر ہوئی میں نے کبھی حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور میں رہتے نہیں دیکھا، اسی لئے مجھ سے ایک عالم نے فرمایا تھا کہ وہ یعنی حضرت مفتی صاحبؒ راندیر میں رہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو لاجپوری کہتے اور لکھتے ہیں تو یہ ہمارے لئے بڑے شرف کی بات ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی نسبت کی وجہ سے ہمارا احترام

اور جب کبھی ہمارا سفر ہوا ہے دوسرے شہروں اور دوسرے علاقوں میں، اور وہاں کے لوگوں نے جب ہم سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے؟ تو ہم کہتے تھے کہ لاجپور سے، تو وہ کہتے کہ اچھا حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کے گاؤں سے، تو ہم کہتے کہ جی ہاں! تو وہ صرف اس نسبت کی وجہ سے کہ ہم لوگ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کے گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں ہماری بہت عزت کرتے تھے اور ہم سے حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے احوال پوچھتے تھے اور وہ لوگ ہم کو اپنے گھر پر لے جاتے تھے، کیوں؟ صرف حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے ساتھ گاؤں کی نسبت ہونے کی وجہ سے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں حضرتؒ کا کتنا بڑا مقام تھا۔

فتاوی رحیمیہ ہر عالم و مفتی کی ضرورت

حضرت مفتی صاحبؒ نے لاجپور کا نام صرف ہندستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں روشن کر دیا، اور لاجپور گاؤں کو پورے عالم میں روشناس کرانے والی جو چیز بنی وہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی ہیں جو ’’فتاوی رحیمیہ‘‘ کے نام سے موسوم ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں، اور علمی حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں، آپ دنیا میں جہاں کہیں بھی جائیں جہاں اردو زبان جاننے والا کوئی عالم ہوگا تو آپکو اسکی لائبریری میں فتاوی رحیمیہ کی جلدیں ضرور ملے گی، اور وہ اس سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہوں گے، اور میں نے لوگوں کو یہ بات کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ فتاوی رحیمیہ جو آپکے گاؤں کے مفتی صاحبؒ کے فتاوی ہیں اس میں ہمارے ہر مرض کی دوا ہے، ہم اس میں شفا ڈھونڈھ لیتے ہیں، تو حضرت مفتی صاحبؒ اتنی بڑی شخصیت تھیں، اور یہ ان کا علمی مقام تھا۔

ایک کڑوی حقیقت

لیکن میرے لاجپور کے بھائیوں! میں آپ کو ایک کڑوی حقیقت بھی کہنا چاہوں گا کہ ہم نے ان کی قدر نہیں کی، اور میں آپ کو یہ بات بھی کہنا چاہوں گا جو شاید آپکو بری بھی لگے گی۔ وہ یہ کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت و ملاقات سے بھی محروم رہے ہوں گے، حالانکہ راندیر جہاں پر حضرت مفتی صاحبؒ مقیم تھے وہ لاجپور سے کوئی دور نہیں تھا۔ ہم نے نہ جانے کہاں کہاں تفریح کی ہوگی، گھومنے کے لئے گئے ہوں گے، بلکہ بعض حضرات تو راندیر تک بھی گئے ہوں گے، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت و ملاقات اور دعاؤں سے محروم رہے ہوں گے۔ یہ میرا خیال ہے، غلط بھی ہو سکتا ہے، اور اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ لیکن آج بھی شریعت مطہرہ میں اسکی تلافی کی شکل موجود ہے، وہ یہ کہ ہم حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے دعائیں مغفرت کرتے رہیں ان کے لئے ایصالِ ثواب کرتے رہیں تو ہو سکتا ہے کہ اسکی وجہ سے زیارت کرنے والوں کے زمرہ میں ہم شامل ہو جائیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ حضرات کی یہاں آمد حضرت مفتی صاحبؒ سے دلیلِ محبت ہے

حضرت مفتی صاحبؒ نے چونکہ ہمارے محلّہ ہی میں بچپن کا زمانہ گزارا تھا اس لئے لوگ آج بھی ان کو یاد کرتے ہیں، اور آج کا یہ اجلاس بھی ان ہی کی یاد میں منعقد ہوا ہے۔ آپ سب حضرات بھی قابل صد مبارکباد ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں یہاں شریک ہیں۔ یہ آپکے دلوں میں حضرت مفتی صاحبؒ کی عظمت اور محبت کا کھلا ثبوت ہے۔ تبھی تو آپ حضرات یہاں کھنچے کھنچے چلے آئیں کہ الحمد للہ پوری مسجد بھری ہوئی ہے۔ اور ہمارے آج کے اس جلسہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے نواسے حافظ مرغوب احمد صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لائے ہیں

جو ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے۔

محمد علی جوہر کا ایک قیمتی ملفوظ

حضرات محترم! ہم لوگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وہ قدر نہیں کی جس کے وہ مستحق تھے، اس موقعہ پر مجھے حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ کا وہ ملفوظ یاد آ گیا جو دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے سابق شیخ الحدیث اور حضرت مفتی صاحبؒ کے داماد خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہندستان مردہ پرست قوم ہیں'' جو مرنے کے بعد اچھے القاب سے یاد کرتی ہیں کہ حضرت ایسے تھے ویسے تھے بڑی خوبیوں کے مالک تھے وغیرہ وغیرہ، لیکن ان کی زندگی میں ان کی قدر نہیں کرتے، اور ان کے فیض سے مستفیض نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ہمیں موجودہ تمام اکابرین کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آخر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں، ان کے درجات کو بلند فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مفتی صاحبؒ کا بدل نہیں تو کم از کم نعم البدل نصیب فرمائیں، اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، آمین۔

وما علینا الا البلاغ

وما محمد الا رسول ، قد خلت من قبله الرسول ، افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم، ومن ينقلب على عقيبه فلن يضر الله شيئا، وسيجزى الله الشكرين☆

وعظ (۵)

جناب الحاج حافظ مرغوب احمد راندیری مدظلہ العالی

نبیرۂ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم . امّا بعد

فاعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم ☆بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم ☆

وما محمد الا رسول ، قد خلت من قبله الرسول ، افائن مات او قتل انقلبتم

علی اعقابکم، ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضرالله شیئا، وسیجزی الله الشکرین ☆

میرا بچپنا میرے نانا جان کی گود میں گزرا ہے

محترم حضرات! کلام اللہ شریف کی یہ آیت میں نے اپنے زخموں پر مرہم کے طور پر پڑھی ہے، میں نہ اس کی تفسیر بیان کرسکتا ہوں نہ معنی بیان کرسکتا ہوں۔ میری عمر سینتالیس (۴۷) سال کی ہے، میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا تب سے میرا بچپنا میرے والدِ محترم سے زیادہ میرے مشفق نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا، جنہیں آج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے میرے بدن کا ایک ایک بال کانپ رہا ہے، میری زبان لرز رہی ہے، میرے اعضاء کانپ رہے ہیں، اور میں اپنے آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا میں یہ بات صحیح کہہ رہا ہوں کہ اب حضرت نانا جان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لگانا پڑے گا، میں میرے نانا جان کے ساتھ لاڈ پیار میں بے تکلفانہ ایسی ایسی باتیں کرلیا کرتا تھا جیسا کہ چھوٹا بچہ اپنے باپ سے یا ایک چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھرپور مغفرت فرمائیں، اور ان کی قبر کو نور سے بھر دیں، اور ان کی قبر کو روضة من ریاض الجنة کا مصداق بنادے، پروردگار محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنادیں، آمین۔

کون کون سی بات بیان کروں؟

محترم حضرات! میرے نانا جانؒ کی میں کون کون سی باتیں بیان کروں؟ باتیں تو بہت ہیں لیکن وقت چونکہ کم ہے اس لئے میں آپ کے سامنے میرے نانا جان کی زندگی میں جو چیز میں نے سب سے اہم پائی اسی کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، اور وہ چیز ہے اتباعِ سنت اور بدعت سے نفرت۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی اتباع سنت اور بدعت سے نفرت

میرے نانا جانؒ زندگی کے ہر موڑ پر کوئی بھی موقع ہو خوشی کا، یا غمی کا، کسی چیز کو اگر سب سے مقدم رکھا ہے تو وہ اتباعِ سنت ہے۔

چنانچہ جب عیدین کا موقع ہوتا اور ہم لوگ نانا جان کے پاس تشریف لے جاتے تو عیدین کے موقع پر نانا جان مصافحہ نہیں فرماتے تھے، نانا جان عید کے موقع پر مصافحہ کے قائل نہیں تھے چونکہ عیدین کے موقعہ پر یہ عمل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بس نانا جان اتباعِ سنت میں یہ عمل نہیں کرتے تھے اور آپ مستحبات کو بھی ہمارے پاس ایسا کروایا کرتے تھے کہ ایسا لگتا تھا کہ گویا یہ فرض ہے۔ حضرت نانا جانؒ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنتوں سے خوب پیار تھا، خود بھی ان پر عمل فرماتے تھے اور نانا جان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ سارے ہی مسلمانوں میں اتباعِ سنت کا جذبہ پیدا ہو جائے، اور مسلمان بدعات سے بچنے والے بن جائیں، اس لئے نانا جان نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا جس کا نام ہے ''سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت'' ۔ میں نے ابھی آپ حضرات کے سامنے نمونہ کے طور پر حضرت نانا جان کی اتباعِ سنت کا ایک واقعہ بیان فرمایا جس سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ حضرت نانا جان کو اتباعِ سنت کا کتنا خیال تھا، اب میں آپ کے سامنے سنت کی ضد بدعت کہ جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ '' کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار او کما قال علیه الصلوة والسلام '' جس کا مفہوم یہ ہے کہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ بدعت کتنی بری چیز ہے، تو نانا جان کو سنتوں سے خوب عشق تھا ویسے ہی بدعتوں سے بہت نفرت تھی، چنانچہ میں آپ کو اس سلسلہ میں ایک واقعہ سناتا ہوں ابھی آپ لوگوں نے سنا کہ میرے نانا جانؒ نوساری سے راندیر تشریف لائے تو راندیر کی مسجد میں نانا جانؒ کا بطورِ امام ماہانہ پچیس (۲۵) روپیہ تنخواہ

کے تقرر رہو گیا، تقرر ہونے کے بعد حضرت نانا جانؒ نے اس وقت کے مسجد کے ذمہ دار حاجی غلام صاحبؒ سے پوچھا کہ میرے ذمہ کیا خدمت ہوگی؟ حاجی صاحب نے کہا کہ جو ذمہ داری تم سے پہلے امام صاحب پر تھی وہ سب تمہاری بھی ہوگی۔ حضرت نانا جان نے پوچھا کہ مجھ سے پہلے جو امام صاحب تھے ان کی کیا ذمہ داریاں تھی؟ تو کہا کہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھانا، مردے کو غسل دینا، کفن پہنانا، اور قبر پر فاتحہ پڑھنا، تو نانا جانؒ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ یہ سب کام مجھ سے نہیں ہوں گے، میں تو صرف نماز پڑھاؤں گا اور اگر حاضر ہوا تو جنازہ کی نماز پڑھادوں گا، قبر پر فاتحہ پڑھنے کا کام میں نہیں کرسکتا، خیر، اس پر بات موقوف ہوگئی اور آپ وہاں سے چلے آئے۔ پھر جب حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ جو کہ جامعہ حسینیہ کے اس وقت مہتمم تھے ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے حضرت نانا جانؒ سے پوچھا کہ مسجد کے ذمہ داروں سے کیا بات ہوئی؟ تو حضرت نانا جان نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ اس میں ایک صورت نکل سکتی ہے کہ میری تنخواہ جو پچیس (۲۵) روپیہ ہے وہ (۲۰) روپیہ کردی جائے اور مؤذن صاحب کی تنخواہ میں پانچ روپیہ کا اضافہ کردیا جائے اور یہ کام ان کے سپرد کردیں۔ تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں یہ شکل ہوسکتی ہے چلو حاجی غلام صاحب سے بات کرتے ہیں، چنانچہ یہ دونوں حضرات حاجی غلام صاحب کے پاس آئے اور حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے حاجی صاحب سے کہا کہ آپ قاری صاحب یعنی حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب (آپ اس وقت مفتی نہیں تھے صرف حافظ اور قاری تھے) کی تنخواہ پانچ روپیہ کم کردیں اور بجائے پچیس روپیہ کے بیس روپیہ دیدیں اور یہ کام (جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) مئوذن صاحب سے لے لیں اور مؤذن صاحب کی تنخواہ پانچ روپیہ بڑھادیں، تو اسکے جواب میں حاجی غلام صاحب نے کہا کہ ہاں یہ صورت ٹھیک ہے، اور اس طرح حضرت نانا جانؒ کا تقرر بطورِ امام بیس روپیہ ماہانہ تنخواہ کے ہوگیا۔ میں اس پورے واقعہ میں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت نانا جان اسوقت تک تو عالم و مفتی بھی نہیں تھے، صرف حافظ و قاری تھے، لیکن بدعت سے اتنی زیادہ نفرت تھی، اور بدعت سے نفرت وقباحت کا یہ سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سنتوں سے عشق اور بدعتوں سے نفرت نصیب فرمائیں، آمین۔

تقویٰ تو اس کو کہتے ہیں

حضرت نانا جانؒ کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کی دولت سے بھی نوازا تھا، اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا، حضرت نانا جانؒ ایک مرتبہ حضرت مولانا حسین صاحبؒ کے یہاں مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ جو کہ حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ تھے ان کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے، جب حضرت نانا جانؒ وہاں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ جہاں بیٹھے تھے وہاں پنکھا چل رہا تھا اور نانا جان پنکھے کی ہوا کھانے کے عادی نہیں تھے اس لئے حضرت نانا جان مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کی مجلس جہاں لگی ہوئی تھی اس سے تھوڑی دور بیٹھ گئے، جب حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کی نظر حضرت نانا جان پر پڑی تو حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ دیکھو! حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ تشریف لائے ہیں انہوں نے دیکھا کہ یہاں پنکھا چل رہا ہے اگر وہ قریب آکر بیٹھیں گے تو جو پنکھا چالو ہے اس کو ہم بند کردیں گے اس سے حاضرینِ مجلس کو تکلیف ہوگی لہٰذا انہوں نے اپنا انتظام خود کرلیا کہ مجلس سے دور ہوکر بیٹھے اسی کا نام ''تقوی'' ہے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ نانا جانؒ کی پوری زندگی اتباعِ سنت میں گزری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اتباعِ سنت کی توفیق نصیب فرمائیں، اور زندگی کے آخری سانس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلائیں، آمین۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت نانا جانؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور ہم سب کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وعظ (٦)

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم . امّا بعد

محترم حضرات! میں تو حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں، آپ حضرات اس کی کچھ تفصیلات حضرت مفتی رشید احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم سے سنیں گے، انشاء اللہ، البتہ میں اپنا ایک خواب جو میں نے گزشتہ کل دیکھا ہے وہ بیان کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں

تذکرہ ایک خواب کا

مجھے گزشتہ کل حضرت مفتی صاحبؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، میں نے بیس منٹ تک حضرت کی زیارت کی، میں نے یہ دیکھا کہ حضرت کا جنازہ گھر میں رکھا ہوا ہے، لہٰذا میں جنازہ کے قریب پہونچا اور وہاں بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت کے چہرے پر خوب نور ہے، پھر حضرت نے آنکھ کھولی تو میں نے حضرتؒ سے پوچھا کہ حضرت کیا گذری؟ حضرتؒ نے فرمایا میں نے جنت کے اندر اللہ تعالٰی کے کلام کو دیکھا جو عجیب وغریب تھا ہنستے ہوئے یہ بات کہی اور پھر سر جھکا لیا، پھر میں نے پوچھا کہ حضرت آپ پر کیا گذری؟ تو حضرت نے تھوڑی دیر تک سوچا اس کے بعد فرمایا کہ مجھے یاد نہیں رہا، پھر فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت امام شافعیؒ کی مغفرت فرما دی، یہ فرمایا اور حضرت سو گئے اور میں وہیں بیٹھا رہا، آج یہ جو تعزیتی جلسہ یہاں چھوٹی مسجد میں منعقد ہوا ہے یہ تو گزشتہ کل عصر کی نماز کے بعد یہاں ہونے والا تھا، تو میں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر میں بیٹھے بیٹھے سوچا کہ حضرت تو حیات ہے، لہٰذا میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کے پاس جاؤں اور کہوں کہ آپنے کس کا تعزیتی جلسہ رکھا ہوا ہے؟ حضرت مفتی صاحبؒ تو حیات ہیں۔ میں یہ بات حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کو بتانے کے ارادے سے حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر سے نکل گیا۔ یہاں تک میں نے خواب دیکھا۔ یہ خواب چونکہ اچھا خواب ہے، اچھی چیزیں اس میں نظر آئی ہیں۔ لہٰذا میں اپنے اس خواب سے نیک فالی لیتا ہوں کہ جیسے خواب میں

مجھے حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ بات بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام شافعیؒ کی مغفرت فرمادی تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی بھی مغفرت فرمادی ہوگی۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور واپس اس سرزمین لاجپور سے باعمل اور باکمال شخصیت پیدا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم احسن عملا ، وھو العزیز الغفور

وعظ (۷)

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم . امّا بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم☆
الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم احسن عملا الخ.......

موت کو کیوں مسلط فرمایا؟

حضرت صدرِ محترم، اور عزیزانِ ملت!

آج کے اس تعزیتی اجلاس میں بہت سے لوگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے متعلق اپنی اپنی زبان سے کچھ باتیں آپ کے گوش گزار فرمائی ہیں، میں بھی مختصر وقت میں کچھ باتیں آپ لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ بغور سماعت فرمائیں گے۔

حضرات محترم! میں نے ابھی آپ کے سامنے کلام مجید کی سورۃ تبارک کی آیت نمبر دو تلاوت فرمائی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی پھر اس کے اوپر موت کو مسلط فرما دیا۔ پھر فرمایا تا کہ ہم آزمائش کریں کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کون اچھے عمل کرتا ہے؟ اس لئے اس دنیا میں تم پر موت طاری کر دی تا کہ لوگ موت کے خوف سے اچھے عمل کی طرف متوجہ ہوں، اگر اللہ تعالیٰ نے موت کو مسلط نہیں کیا ہوتا تو لوگ زندگی بیکار گنواں دیتے، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو مسلط فرما کر انسانوں کو رب چاہی زندگی گزارنے کی ترغیب دی کہ تم لوگ رب چاہی زندگی گزارو من چاہی زندگی نہ گزارو کیونکہ تمہیں مرنے کے بعد ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

موت کو بھی موت آجائیگی

حدیث شریف میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو مینڈھے کی شکل عطا فرمائی ہے اور زندگی وہ ایک گھوڑے کی رفتار کی طرح ہے۔ انسان کی زندگی کو گھوڑے کی رفتار سے تشبیہ دی گئی ہے اور موت مینڈھے کی شکل میں ہے، اور جب پل صراط پر گزر ہوگا تو پل صراط کے درمیان موت کو لایا جائے گا موت مینڈھے کی شکل میں ہوگی اور اس کو بھی وہاں ذبح کر دیا جائے گا، تو وہاں موت کو بھی موت آجائے گی، باری تعالیٰ فرمائیں گے کہ موت کو ہم نے ذبح کر دیا ہے اب آخرت کی زندگی میں موت نہیں ہے، تمہیں اس دنیا میں یعنی دارِفانی میں موت کا خوف تھا تو اب ہم نے تم سے اس خوف کو دور کر دیا ہے کہ موت کو ہی ختم کر دیا۔ اب اس دارِ باقی میں موت ہی نہیں ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ اس دارِفانی میں رہتے ہوئے اچھے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تا کہ دارِ بقاء میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو۔

سرزمینِ لاجپور علمی حیثیت سے ایک بلند مقام رکھتی ہے

تو خیر! حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے بچپن کی سات سالہ زندگی اسی لاجپور میں گزاری، پھر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خلش کی وجہ سے لاجپور کو چھوڑنا پڑا، مجھے اس وقت لاجپور کے ایک بزرگ عالم حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحبؒ کا ایک شعر یاد آرہا ہے اس شعر کے سننے سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ ہمارا یہ لاجپور گاؤں جو کہ بڑا ہی ممتاز ہے اور یہ نواب کے زمانے سے ہی ممتاز ہے، ہمارے اطراف کے گاؤں کے مقابلے میں یہ علمی حیثیت سے پہلے سے ہی بڑا مقام رکھتا تھا، اور اس سرزمینِ لاجپور میں علمی اعتبار سے بڑی بڑی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں، اور لوگوں کو انہوں نے اپنے علومِ دینیہ سے خوب فائدہ پہونچایا ہے، اللہ تعالیٰ ان سبھوں کی ارواح پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، آمین۔

اب ہمارے نوجوانوں میں کچھ احساس برتری پیدا ہوا ہے

آج کا یہ تعزیتی جلسہ جس میں ہمارے لاجپور کے نوجوان علماءِ کرام نے جس طرح اپنی مافی الضمیر کو ادا کیا ہے، اور جس ہمّت کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنی بات کو رکھا ہے اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے، اور میں ان سب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اب ہمارے نوجوانوں کے اندر کچھ احساسِ برتری پیدا ہوئی ہے کہ ایسے بڑے عالم ومفتی کی رحلت پر انہوں نے ایک تعزیتی جلسہ منعقد فرمایا ہے، تو کہنا چاہئے کہ اب ہمارے اس لاجپور کے اندر کچھ علمی بیداری پیدا ہوئی ہے۔

کسی قابل کو بڑھانا تو کیا

تو میں حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحبؒ کا ایک شعر نقل کر رہا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

کسی قابل کو بڑھانا تو کیا جینے نہیں دیتی
کہ لگی ہے آج یہ دنیا اسی ناپاک چکر میں

اس شعر میں کچھ ترمیم کرتے ہوئے حضرت مولانا ڈایا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے لاجپور میں ایک کوتاہی تھی کہ ہمارے لاجپوریوں نے یعنی کہ ہمارے زمانہ کے لوگ نہیں بلکہ ہم سے پہلے جو لوگ لاجپور میں گذرے ہیں ان پر اس شعر کو تبدیل کر دیا کہ

کسی قابل کو بڑھانا تو کیا جینے نہیں دیتی
کہ لگی ہے آج یہ لاجپور اسی ناپاک چکر میں

تو حضرت مفتیؒ مرحوم جو ہمارے لاجپور کے باشندے تھے۔ جو سات سال کی عمر تک لاجپور میں رہیں۔ لیکن اس زمانے کے لوگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر والوں کی قدر نہیں کی، اور افسوس صد افسوس کے آج بھی ہمارا یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ جس کو ایک فارسی کے شاعر نے بیان فرمایا کہ

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیات تشنہ می آید سکندر را

کہ جس کی قسمت پھوٹی ہوئی ہو اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گا چاہے تو رہبر کامل، ولی کامل، بڑے علماء، فضلاء، صلحاء اس زمین میں پیدا ہو جائیں لیکن جس کو اس سے فائدہ ہی مقصود نہ ہو بجز اس کے کہ ان کے پیچھے پڑ جائے سوائے اس کی برائی کرنے کے، تو اس قوم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ الٹا نقصان پہنچے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا لاجپور جو ہے وہ پہلے سے ہی محروم ہی رہا ہے، ہم دیکھیں تو ہمارے یہاں مدارس موجود تھے جس میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی تھی لاجپور کی جامع مسجد میں، اور ڈابھیل کا جامعہ بھی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا احمد میاں صاحبؒ کے ہاتھوں کی بنیاد ہے، اور مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، سملک، کے بانی حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ وہ بھی اسی لاجپور میں جامع مسجد میں جو مدرسہ چلتا تھا اس کے تعلیم یافتہ تھے، تو معلوم ہوا کہ ہمارا لاجپور علمی حیثیت سے بڑا ممتاز اور نامور تھا۔ مگر لاجپور والوں نے ہی لاجپور کی قدر نہیں کی، اور سرزمینِ لاجپور میں پیدا ہونے والے بڑے بڑے علماء، فضلاء، صلحاء کی قدر نہیں کی جس سے آج ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا

تو جیسا کہ آپ نے سنا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر والوں کو کچھ خلفشار کیوجہ سے لاجپور کو خیر باد کہنا پڑا اور اس کے بعد نوساری تشریف لے گئے، اور حضرت مفتی صاحب نوساری سے راندیر تشریف لے گئے، اس پر مجھے ایک شاعر کا شعر یاد آ رہا ہے کہ

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

شاعر کہتا ہے کہ جو وطن چھوڑتا ہے اسے عزت ملتی ہے، دوسری جگہ پر اس کی قدر و قیمت ہوتی ہے، جہاں وہ پیدا ہوتا ہے وہاں پر اس کی قدر و قیمت بہت کم ہوتی ہے۔

صاحبین

مجھے میرے جامعہ ڈابھیل کے پڑھنے کے زمانے کا ایک ملفوظ جو اس وقت کے طلباء کہا کرتے تھے وہ یاد آ رہا ہے، حضرت مفتی صاحب اور برکتِ گجرات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ یہ دونوں حضرات راندیر میں مقیم تھے، اور دونوں حضرات کے بڑے گہرے تعلقات تھے تو ان دونوں کو طلباء ''صاحبین'' کہتے تھے اور یہ دونوں حضرات ''امیرِ شریعت اور نائبِ امیر شریعت گجرات بھی تھے'' تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں بڑی شخصیت تھیں۔

دونوں حضرات اتحاد بین المسلمین کیلئے کوشاں رہتے تھے

اور یہ دونوں حضرات ایسی شخصیت تھیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ راندیر یا راندیر کے اطراف کے گاؤں میں اگر مسلمانوں کے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہوجاتا تھا تو وہ گاؤں والے ان دونوں حضرات کو اپنے یہاں بلاتے تھے اور یہ دونوں حضرات بڑی حسن وخوبی سے اس مسئلہ کا صحیح حل اور اس کا صحیح فیصلہ فرماتے تھے اور وہ جھگڑا ختم ہوجاتا تھا، مجھے اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آرہا ہے وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، ایک مرتبہ ۱۹۷۴ء میں ہمارے اس لاجپور گاؤں کے اندر کچھ خلش پیدا ہوگئی تھی تو ان دونوں حضرات کو جھگڑے کا صحیح حل نکالنے کیلئے دعوت دی گئی، یہ دونوں حضرات لاجپور تشریف لائے اور پہلے سیدھے میرے گھر پر آئے، یہ جھگڑا واٹرورکس کے متعلق تھا اس کے نمٹانے کیلئے یہ دونوں حضرات تشریف لائے تھے، تو یہ پہلے میرے گھر آئے وضو کیا اور جامع مسجد تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی اور نماز کے بعد حضرت شیخ اجمیریؒ نے بیان فرمایا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے فیصلہ فرمایا اور لوگوں نے ان کے فیصلے کو قبول فرمایا، تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے مفتی صاحبؒ یہ فیصلہ فرمانے والے بھی تھے، لوگوں کے اختلافات کا صحیح اور معقول حل پیش فرمانے والے تھے، ایک دوسرے کو لڑانے کا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے جھگڑے کو ختم کرنا یہ ان کا کام تھا۔

من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو فقاہت یعنی دین کی سمجھ دیتے ہیں، اب ہم اس حدیثِ پاک کے مفہوم پر غور کریں اور اس کا موازنہ حضرت مفتی صاحبؒ سے کریں تو اس حدیثِ پاک کے مفہوم کے مصداق حضرت مفتی صاحبؒ بھی بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو فقاہت کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور اس کا واضح ثبوت حضرت مفتی صاحبؒ کے وہ فتاویٰ ہیں جو بنام ''فتاویٰ رحیمیہ'' کے اب تک دس جلدوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکے ہیں اور عوام وخواص کی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ اور عوام وخواص میں خوب مقبول ہیں، اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت عوام وخواص اس سے دینی فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور یہی چیز یعنی حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ ہی حضرت مفتی صاحبؒ کیلئے صدقۂ جاریہ بھی ہیں، ''اذامات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة''

حدیث شریف میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، نمبر ایک ''صدقۂ جاریہ'' نمبر دو ''نیک اولاد'' جوان کے والدین کے لئے دعاءِ مغفرت کریں، اور نمبر تین ''ایسا علم کہ جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ اٹھائیں'' جیسے کوئی کتاب آدمی تصنیف کرجائے، اور لوگ اس کتاب سے فائدہ حاصل کرتے رہیں، تو وہ اس کے لئے ہمیشہ کیلئے صدقۂ جاریہ ہے، تو یہ فتاویٰ رحیمیہ جو دس جلدوں میں ہیں یہی حضرت مفتی صاحبؒ کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فتاویٰ رحیمیہ پر عمل کرنا ہی حضرت مفتی صاحبؒ کو زندہ رکھنا ہے

تو خیر! یہ چند کلمات تھے جو میں نے آپ کے گوش گذار کئے، اللہ تعالیٰ ان میں سے قابلِ عمل باتوں پر ہمیں عمل کرنیکی توفیق نصیب فرمائیں، آمین، اور یہ کہ ہم لوگ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کو پڑھیں اور شریعت کی روشنی میں ان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں اور اس پر عمل کرنا ہی حضرت مفتی صاحبؒ کو زندہ رکھنا ہے، اخیر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث میں بتائے گئے حکموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، یاد رکھو! جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو ہمیشہ جنت الفردوس مانگا کرو، روایت میں آتا ہے کہ جنت کا سب سے بڑا درجہ یہ جنت الفردوس ہے، تو بہرحال، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وعظ (۸)

حضرت مولانا یوسف صاحب گارڈ ادامت برکاتہم

نحمدو نصلی علی رسوله الکریم . امابعد

افسوس کہ ہم نے حضرت مفتی صاحبؒ کی قدر نہیں کی

محترم حضرات! میں آپ کو چند باتیں کہنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ غور سے سماعت فرمائیں گے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ لاجپور کیلئے یہ خوش قسمتی کی بات تھی کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا تعلق لاجپور گاؤں سے تھا، اور حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی یہ تعلق آخر دم تک باقی رکھا، حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور سے بڑی محبت تھی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو علم وعمل اور صلاح وتقویٰ سے نوازا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی محبت کو مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا ، جو ہمارے لئے باعث سعادت تھا، لیکن افسوس کہ ہم سے ان کی قدر نہیں ہوسکی۔

جوہری ہی جوہر کو پہچانتا ہے

حضرتؒ نے بچپن کا کچھ عرصہ یہاں گذارا، لیکن پھر ہماری بدقسمتی تھی کہ کچھ حالات کیوجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کو لاجپور چھوڑ کر نوساری جانا پڑا، نوساری میں حضرت نے کچھ علم حاصل کیا، اور پھر مختلف جگہوں پر پڑھنے کے بعد جب حفظِ قرآن وتجوید مکمل کرلیا تو پھر اس کے بعد نوساری شہر کی جامع مسجد میں منصبِ امامت پر فائز ہوئے، پھر وہاں سے راندیر تشریف لے گئے اور وہاں مزید علم دین حاصل کیا اور جامعہ حسینیہ سے فاضل ہونے کے بعد وہیں مقیم ہوگئے، اور راندیر والوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کی خوب قدر کی، اور کسی نے صحیح کہا ہے کہ ''جوہری ہی جوہر کو پہچانتا ہے'' آپ کے راندیر آنے کا سبب یہ ہوا کہ راندیر کے بزرگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو دیکھ کر محسوس کرلیا کہ یہ لڑکا بڑا ہی ہونہار ہے، تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ بانیٔ جامعہ حسینیہ ومہتمم جامعہ حسینیہ، حضرت مفتی صاحبؒ کو نوساری سے راندیر لے آئے اور جامعہ حسینیہ میں درجۂ عالمیت میں داخل کردیا، تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے جو چیز اور جو کمال حضرت مفتی صاحبؒ میں دیکھا تھا وہ ظاہر ہوا اور حضرت مفتی صاحبؒ مفتیٔ گجرات ہی نہیں بلکہ مفتیٔ ہند سے مشہور ہوئے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ ہند میں ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند میں بھی مشہور ومقبول ہوئے۔

فتاویٰ رحیمیہ ہر مفتی کی ضرورت

بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ اچانک پیش آجاتا ہے تو مفتی حضرات بھی فتاویٰ رحیمیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، میرا پاکستان جانا ہوا تو وہاں بلال مسجد کے ایک امام صاحب تھے جو کہ بنگلہ دیش کے تھے، اور وہ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی میں افتاء کی مشق کر رہے تھے فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے پاس، تو وہ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ آج ہمیں دارالافتاء میں ایک مسئلہ کی وضاحت مطلوب تھی تو ہم لوگوں نے حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی کیساتھ ملکر فتاویٰ کی بہت سی کتابیں دیکھ لیں لیکن کہیں ہمیں اس کا حل نہیں ملا، تو بعد میں ہم نے فتاوی رحیمیہ میں دیکھا تو ہمارا مسئلہ حل ہوگیا، تو آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی جو خود اتنے بڑے عالم اور فقیہ ہیں کہ خود ان کے فتاویٰ بنام ''احسن الفتاویٰ'' نو جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور حضراتِ علماء کرام کے درمیان مقبولیت بھی حاصل کر چکے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں بھی فتاوی رحیمیہ سے استفادہ کی ضرورت پیش آتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ سامنے رکھو

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں کہیں بھی جاؤ تو حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کا فتویٰ سامنے رکھو، اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کسی مسئلہ میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب کا فتویٰ دیکھتے تھے تو دیکھ کر اطمینان کا اظہار فرماتے تھے۔

قدرِ نعمت بعدِ زوال

تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے علم سے نوازا تھا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے علم سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے دین کا بڑا کام لیا، لیکن آج ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خزانہ ابلا تو لاجپور کی زمین سے وہ پل کر بڑے ہوئے نوساری میں اور وہ خزانہ مدفون ہوا راندیر کی سرزمین میں، راندیر والے خوش قسمت ہے وہ ہروقت وہاں موجود ہیں جہاں حضرت مدفون ہیں، میرے بھائیوں! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ''قدرِ نعمت بعدِ زوال'' کہ نعمت کی قدر اس کے ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے، لیکن اب بھی موقع ہے کہ ہم حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر پر جایا کریں، اور ان کیلئے دعاءِ مغفرت کرتے رہیں، ان کے فتاویٰ کو پڑھا کریں انہیں ایصالِ ثواب کرتے رہیں، حالانکہ ویسے تو جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت مولانا نذیر احمد صاحب صوفی نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی ہی حضرت کیلئے صدقۂ جاریہ ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتا ہے

کسی نے خوب کہا ہے کہ ''جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتا ہے۔'' یہ زمانہ ایسا ہی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش لاجپور والوں کیلئے نقارہ یعنی خوشی کا موقع تھا اور آج ان کیلئے ماتم بنا ہوا ہے، جیسے ہی حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کی خبر ملی تو ہمیں ہوش نہیں رہا، ہم نے عزیزم مفتی رشید احمد سلمہ کو بلایا اور جلدی سے راندیر پہنچے، ہم پر ایک بجلی سی گری تھی ہمیں ہوش نہیں رہا ہم فکر میں تھے کہ پتہ نہیں حضرت مفتی صاحبؒ کا کیا حال ہوگا؟ کیسی حالت میں ہوں گے؟ حضرت کو غسل دیا گیا ہوگا یا نہیں؟ ہم جب وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تقریباً چار پانچ ہزار آدمی تو پہلے سے حاضر تھے، اس سے آپ حضرت مفتی صاحبؒ کی عظمت کا اندازہ کریں کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت مفتی صاحبؒ کی کتنی قدر و قیمت تھی کہ یہ خبر بجلی کی طرح پہنچی اور لوگ دوڑ دوڑ کر پہنچے، لیکن افسوس کہ جلد اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے ہم جلدی نہ پہنچ سکے، تو ہمیں چاہئے کہ ہم ابھی بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی قدر کو پہچانے، اور ان کو پڑھ کر بخشتے رہیں، ہمارے لئے بڑی خوش قسمتی ہوتی اگر حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر لاجپور میں بنتی، ان کا مزار لاجپور میں بنتا، تاکہ ان کی روح سے ہم فائدہ اٹھاتے، مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم لوگوں سے یہ کام بھی نہ ہوسکا، دوستوں! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں آپ لوگ اسے برا نہ مانیں، ہم اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ ہمارا تعلق وابستہ رکھیں، حضرت مفتی صاحب ''حب الوطن من الایمان'' کو پکڑے ہوئے تھے، کہ بچپن لاجپور میں گذارا اور زندگی کا بیشتر حصہ راندیر میں گذارا اور مدفون بھی راندیر میں ہوئے، پھر بھی اپنے گاؤں سے محبت کو نہیں چھوڑا، آپ گاؤں والوں سے بڑی محبت رکھتے تھے، اور آپ ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ ''لاجپوری'' ہی لکھتے رہے یہاں تک کہ پوری دنیا میں حضرت مفتی صاحبؒ کے علم کا ڈنکا لاجپور کے نام سے ہی بجا، لاجپور سے وہ نہیں پہچانے گئے بلکہ لاجپور ان کی وجہ سے پہچانا گیا، لاجپور مشہور ہی ہوا حضرت مفتی صاحبؒ کی وجہ سے، بس میں ان ہی باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں، اب کچھ اور بولنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے، اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وعظ (۹)

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوریؒ

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم. امابعد !

محترم حضرات! میں آپ لوگوں سے مختصراً کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات تو یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فتویٰ نویسی کی ابتداء کیسے کی؟ تو اس کا واقعہ یہ ہے کہ بانی جامعۂ حسینیہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیریؒ کے پاس جو فتاویٰ آتے تھے تو حضرت مولاناؒ وہ فتاویٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو دیتے تھے کہ اس کا جواب لکھو، پھر حضرت مفتی صاحبؒ اس کا جواب تیار کرتے تھے اور حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے، حضرت مولانا حسین صاحبؒ اس کو دیکھتے تھے اور اس پر دستخط فرماتے تھے اور ساتھ میں حضرت مفتی صاحبؒ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے، تو اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ نے فتویٰ نویسی کی ابتداء کی اور بعد میں بہت بڑے مفتی بنے۔

یادیں اور باتیں تو بہت ہیں مگر....

جب میں راندیر جامعہ حسینیہ میں پڑھتا تھا تو حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں جایا کرتا تھا، اور حضرت مفتی صاحبؒ سے میرا بڑا گہرا تعلق ہوگیا تھا، یہاں میں کیا عرض کروں جو باتیں میں نے دیکھی ہیں چونکہ وقت نہیں ہے اور ہمت بھی نہیں ہے اس لئے وہ تو عرض نہیں کرسکتا۔

(چونکہ حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ جس وقت جلسہ میں تشریف لائے تھے تو ایک تو عمر کا بھی تقاضہ تھا اور حضرت مولانا بیمار بھی چل رہے تھے اس لئے آپ زیادہ دیر تک بات کرسکنے کی حالت میں نہیں تھے، یہ تو حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ کی حضرت مفتی صاحبؒ سے محبت اور ہم چھوٹوں کی حوصلہ افزائی ہوجائے اس لئے حضرت مولانا جلسہ میں تشریف لائے تھے، حالانکہ حضرت مولانا کی آواز بھی اس وقت صحیح طور سے نکل نہیں رہی تھی، اس لئے حضرت نے یہ جملہ فرمایا تھا کہ میں نے جو باتیں دیکھی ہیں وہ میں عرض نہیں

کرسکتا۔مرتّب)

تم لوگ سو گئے اس لئے میں تمہیں بیدار کررہا ہوں

لیکن ایک چیز جو یہاں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں آئی وہ میں کہہ دوں، وہ یہ کہ ہم لوگ یہاں حضرت مفتی صاحبؒ کے تعزیتی جلسہ میں شریک ہوئے ہیں، ہم نے حضرت مفتی صاحبؒ کے نام پر لاجپور کی جامع مسجد کے ایک گیٹ کا نام بھی رکھا ہے، اور ہم نے حضرت مفتی صاحبؒ کے نام پر ہسپتال کا نام بھی رکھا ہے یہ سب اچھی باتیں ہیں، اور حضرت مفتی صاحبؒ سے محبت کی نشانی ہے، مگر میرا آپ لوگوں کو ایک مشورہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے نام پر ایک بڑا ادارہ قائم کرو، لاجپور والوں تم سو گئے اس لئے میں اب تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے نام سے ایک ادارہ قائم کرو، ایک انجمن، ایک لائبریری قائم کرو۔ یہاں پر عزیزم مفتی رشید احمد سلمہ موجود ہیں ان سے مشورہ کرو، اور پوچھو کہ کس طرح کام کرنا چاہیئے؟ تاکہ یہ چیز حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے یادگار رہے، اور اس طرح ہم حضرت مفتی صاحبؒ کا نام زندہ رکھیں، اگر ہم لوگ یہ کام کریں گے تو یہ ہمارے لاجپور والوں کے لئے بھی اور حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے بھی ایک اچھا کام ہوگا، خیر کا کام ہوگا، تو اس سلسلہ میں آپ لوگ عزیزم مفتی رشید احمد سے مشورہ کیجئے، اور لاجپور کے جو حضرات اور آپ کے جو رشتہ دار برطانیہ، کینیڈا، افریقہ وغیرہ ملکوں میں ہیں ان کو بھی اس کام کی اطلاع کریں، اور اس سلسلہ میں ان سے مالی تعاون کی درخواست کریں، بس اب میں اسی بات پر اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم .تحفة المؤمن الموت

وعظ (۱۰)

مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

الحمد اللہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ . امابعد

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم .تحفة المؤمن الموت

وقال اھل العرب: موت العالم موت العالم

فرقت کا غم تو غم ہی رہیگا تیرے بغیر — کیا جانے کب بجھے جو لگی ہے تیرے بغیر
کچھ لطف کچھ مزہ نہیں آتا تیرے بغیر — سنا پڑا ہے خطۂ گجرات تیرے بغیر

ولادت کہاں ہوئی؟

بزرگانِ محترم، حضرات علماءِ کرام، حضرت صدرِ اجلاس، اور عزیز نوجوانو!

آج آپ جس ذاتِ گرامی کے حالات کے بارے میں اور جن کی صورت اور سیرت کے بارے میں سننا چاہتے ہیں یقیناً کافی وقت ہو چکا ہے، تفصیلی حالات تو انشاء اللہ پھر کبھی عرض کروں گا، آج کے اس اجلاس میں کچھ موٹی موٹی باتیں جوحق تعالیٰ شانہ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو خصوصیت کے طور پر عطا فرمائی تھی آپ کے گوش گزار کروں گا، حضرت مفتی صاحبؒ کی ولادت سے میں اپنی بات کا آغاز کرتا ہوں، سب سے پہلی بات یہ کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش کہاں ہوئی؟ اس بارے میں بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ کی ولادت قصبۂ لاجپور میں ہوئی، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش نوساری شہر کے موٹھواڑ محلّہ میں شوال المکرّم ۱۳۲۱ھ بمطابق دسمبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی، پھر اس کے بعد آپ اپنے جدِ امجد حضرت مولانا ابراہیم صاحبؒ کے یہاں لاجپور تشریف لائے، بچپن کا زمانہ یہیں لاجپور میں گذرا، اس کے بعد جب آپ چھ یا سات سال کی عمر کو پہنچے تو اسی لاجپور کے مکتب میں آپنے داخلہ لیا، اور آپنے یہاں پارۂ عم اور قرآنِ کریم وغیرہ پڑھا۔

لحنِ داؤدی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحنِ داؤدی سے نوازا تھا، قرآنِ کریم کی تلاوت آپ بڑے دلکش انداز میں فرمایا کرتے تھے ہمارے لاجپور کے عارف باللہ۔ قدوۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، امام الاتقیاء، رأس الاولیاء، حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ جو اس وقت جامع مسجد کے بغل میں چمن کے نام سے ایک باغ تھا وہاں تشریف فرما ہوتے تھے، صبح فجر کی نماز کے بعد جب وہاں بیٹھنا ہوتا تھا تو طلباء وہاں حاضر ہوتے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ بھی ایک دن وہاں پر تلاوت فرمانے لگے جب آپ کی سریلی آواز حضرت صوفی صاحبؒ نے سنی تو حضرت نے پوچھا کہ یہ کون تلاوت کر رہا ہے؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ یہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے بیٹے عبدالرحیم ہے، تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کو یہاں بلاؤ، حضرت کے بلانے پر حضرت مفتی صاحبؒ حاضر ہوئے تو حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں قرآن کریم پڑھ کر سنایئے، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے چند آیات پڑھ کر آپ کو سنائی، حضرت صوفی صاحبؒ کو حضرت مفتی صاحب کا پڑھنا اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا کہ حضرت نے فرمایا کہ آپ روزانہ ہمارے پاس آکر قرآن کریم کا تھوڑا سا حصہ سنایا کیجئے، بس یہ لاجپور کے ولیٔ کامل کی ایک نگاہ تھی اور مردِ مجاہد کی ایک نظر تھی کہ پھر اللہ تعالیٰ نے بچپن کے وہ گوہرِ یکتا کو مفتیٔ اعظم بنادیا، کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے

اس کے بعد کچھ نامساعد حالات آئے، جس کی وجہ سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی، بلکہ میں یہ عرض کروں گا کہ ہجرت یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت تھی، اور یہ سنت اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں سے ہی ادا کرواتا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک فردِ فرید بلکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ سادات خاندان سے تھے، چھبیسویں (۲۶) پشت پر آپ کا نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے، اور اڑتیسویں پشت پر آپ کا نسب حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے، اور خدا تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے برادرِ معظم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری زید مجدکم (حال مقیم ڈیوزبری، برطانیہ، یو.کے) کو انہوں نے

حضرت مفتی صاحبؒ کے نسب پر تحقیق کی تو تحقیق کرتے ہوئے انہوں نے آپ کا نسب نامہ جو لکھا اپنی تالیف میں وہ ہے حضرت مفتی صاحبؒ کے نام سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک، تو اس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اسی (۸۰) یا اکیاسی ویں (۸۱) پشت پر حضرت مفتی صاحبؒ کا نسب سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے مل جاتا ہے، یعنی یہ حضرتؒ کے سادات ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے، بلکہ آپ کا نسب اتنا محفوظ ہے الحمداللہ۔

حفظِ قرآن کی ابتداء

تو اللہ تعالیٰ نے اس گوہر یکتا کو بچپنہ عطا فرمایا تو بزرگوں کی نظر میں، پھر جب آپ کچھ بڑے ہوئے اور آپ کی عمر آٹھ یا دس سال کی ہوئی تو آپ اپنے چچا جان حافظ ہشام الدین صاحبؒ کیساتھ وراچھا تشریف لے گئے اور دو سال آپنے وہاں قیام فرمایا اور آپنے وہاں چچا جان کے پاس حفظِ قرآن کی ابتداء کی، ان دو سالوں کے درمیان حافظ ہشام الدین کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی طبیعت ہمیشہ مضحمل رہا کرتی تھی، جس کی وجہ سے حافظ ہشام الدین وراچھا چھوڑ کر راندیر حضرت مولانا قاری سید رحمت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس تشریف لے آئیں۔

لاجپور کے ایک محدث جنہوں نے پچاس سال تک دارالعلوم اشرفیہ میں بخاری کا درس دیا

اب میں لاجپور کے ایک محدث اور مردِ مجاہد سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر کا بھی مختصراً تعارف کردوں، کہ یہ وہ بزرگ ہیں کہ جو لاجپور کے تھے اور لاجپور ہی میں پیدا ہوئے اور صوبۂ گجرات کی مشہور دینی درسگاہ دارلعلوم اشرفیہ راندیر میں پچاس سال تک بخاری شریف کا درس دیا، جس سے میری مراد حضرت مولانا قاضی سید رحمت اللہ نور اللہ مرقدہ کی ذاتِ گرامی ہے اور لکھا ہے کہ فخرِ گجرات حضرت مولانا مفتی اشرف احمد صاحب راندیریؒ سابق مہتمم دارالعلوم اشرفیہ نے پہلے بخاری شریف حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے پڑھی۔ اب اس سے زیادہ حیرت کی بات خود میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے سنی کہ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوریؒ جب راندیر جامعہ حسینیہ میں بطور مدرس کے تشریف لائے تو آپنے حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحبؒ کے بخاری شریف کے چند اسباق سنے تو اس کے بعد حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ نے حضرت قاری رحمت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے درخواست کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پورا ایک سال آپ کے درس میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، چنانچہ حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب نے اجازت مرحمت فرمائی تو ہندوستان کے اتنے بڑے مفتی حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ نے حضرت قاضی صاحب کے درس میں شرکت فرمائی، تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اتنا بڑا گوہر یکتا اس سرزمینِ لاجپور میں پیدا ہوا۔

لاجپور کی زمین مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی

ہمارے نانا جان حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ لاجپور کی زمین میں ایک تاثیر ہے کہ یہ مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی کہ اس نے بڑی بڑی شخصیتوں کو جنم بھی دیا ہے اور بہت سوں کو ملیا میٹ بھی کیا ہے یہ مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی ہے۔

تکمیلِ حفظِ قرآن

بہر حال، وراچھا سے جناب حافظ ہشام الدین صاحبؒ جب راندیر تشریف لے آئے تو آپ کو دارالعلوم اشرفیہ میں درجۂ حفظ کا مدرّس رکھا گیا، اور حضرت مفتی صاحبؒ نے دارالعلوم اشرفیہ میں اپنے چچا جان جناب حافظ ہشام الدینؒ کے پاس حفظِ قرآن کریم کی تکمیل کی، اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ واپس لاجپور تشریف لے آئے، اور لاجپور آنے کے بعد لاجپور میں صوفی صاحبؒ کا جو ادارہ تھا اس میں آپ پڑھتے رہے، اور اسی مدرسہ میں آپ نے قاری عبدالستار صاحب لکھنویؒ سے تجوید کی کچھ مشق کی۔

درجہءعالمیت میں داخلہ

اس کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے والدِ بزرگوار حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ نے نوساری کے موٹھواڑ محلّہ میں ایک ادارہ قائم فرمایا جہاں اردو، فارسی، اور عربی کے ابتدائی درجہ کی تعلیم ہوتی تھی، تو

حضرت مفتی صاحبؒ بھی نوساری پہنچے اور وہاں پر فارسی درجات میں آپنے داخلہ لے لیا اور فارسی وعربی کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے۔

نکاح

اور اسی زمانہ میں جبکہ حفظ سے آپ کی فراغت ہوئی تو آپ کی شادی کردی گئی، آپ کا نکاح اسی لاجپور کے ایک باوقار عالم دین حضرت مولانا قاضی سید عبدالحی صاحب لاجپوریؒ یہ وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے چند عرصہ تک ڈربن ساؤتھ افریقہ میں افتاء کی خدمت انجام دی ہے، یعنی آپ وہاں بحیثیتِ مفتی رہے ہیں، ان کی صاحبزادی سے حضرت مفتی صاحبؒ کا نکاح ہوا اس کے بعد آپ لاجپور سے نوساری تشریف لے گئے

منصبِ خطابت پر

حضرت مفتی صاحبؒ جب نوساری پہنچے تو یہ آپ کی نوجوانی کا زمانہ تھا اور سترہ اٹھارہ سال کی عمر تھی، اسی وقت سے آپ کو قرآنِ کریم تجوید سے پڑھنے کا اور دینی کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا، حضرت مفتی صاحبؒ کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اسی نوجوانی کے زمانے میں آپنے بہشتی زیور اور درمختار کا ترجمہ ''غایۃ الاوطار'' کا مطالعہ کرلیا تھا، اور اسی زمانہ میں نوساری شہر کی جامع مسجد میں آپ کو منصبِ امامت پر فائز کیا گیا، دوسال تک اس منصب پر آپنے عظیم خدمات انجام دیں، اور آپ تھے تو اس وقت تک حافظ صاحب لیکن مسائل پر اتنا استحضار تھا کہ نوساری شہر کی کسی بھی مسجد میں اگر امام صاحب سے کوئی غلطی سرزد ہوجاتی تھی تو لوگ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ حافظ جی! ہماری مسجد میں آج یہ غلطی ہوئی ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ انکو اس مسئلہ کا حل بتلاتے۔

بیٹا تو تو راندیر جیسی علمی بستی کے لائق ہے

اب حضرت مفتی صاحبؒ نوساری سے راندیر کیسے پہنچے اس کا تذکرہ بھی سن لیجئے، کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی ایک بہن کی نوساری میں شادی تھی، تو اس بارات میں بانیٔ جامعہ حسینیہ وشیر گجرات حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیریؒ اور ناظمِ تعلیمات حافظ احمد موٹا صاحبؒ یہ دونوں حضرات بھی بارات میں تشریف لائیں، تو نوساری شہر میں چرچا تھا کہ جامع مسجد کا ایک امام ہے حافظ جی اور وہ قرآنِ کریم کی تلاوت بڑے دلکش انداز میں کرتا ہے، تو حضرتؒ کی یہ شہرت نوجوانی کے زمانے سے ہی تھی، اور حضرت کا شیریں آواز میں قرآنِ کریم کا تلاوت کرنا لوگوں کو اتنا پسند تھا کہ نوساری شہر کے کونے کونے سے لوگ فجر کی نماز میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تلاوت کو سننے کے لئے حاضر ہوتے تھے، چنانچہ جب حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ اور حافظ احمد موٹا صاحبؒ نے یہ شہرت سنی تو ان دونوں حضرات نے حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے پاس بلایا اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ بیٹے عبدالرحیم! میں نے آپ کا بہت چرچا سنا ہے کہ آپ قرآنِ کریم کی تلاوت بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں تو ہم نے بھی ارادہ کیا ہے کہ انشاءاللہ آئندہ کل فجر کی نماز جامع مسجد میں تیرے پیچھے پڑھیں گے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے بڑے ادب سے ان سے فرمایا کہ آپ حضرات جہاں پر تشریف فرماہیں وہاں سے جامع مسجد بہت دور ہے اور صبح فجر کی نماز کے وقت اندھیرا بھی ہوگا، لہٰذا آپ حضرات جہاں تشریف فرماہیں اسی محلّہ کی مسجد میں آپ نماز پڑھ لیں، تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ نہیں ہم تیرے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے، چنانچہ صبح فجر کی نماز ان دونوں بزرگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے پیچھے ادا فرمائی، جب حضرت مفتی صاحبؒ نماز سے فارغ ہوئے اور مصلّٰی پر سے اٹھے تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ آگے بڑھے مصافحہ کیا اور سینے سے لگایا پھر فرمایا کہ ''بیٹا تو اس بستی کے لائق نہیں ہے تو تو راندیر جیسی علمی بستی کے لائق ہے'' لہٰذا تجھے زیبا ہے کہ تو وہاں چلے لیکن قربان جائیے حضرتؒ کی عاجزی وانکساری پر کہ حضرت مفتی صاحبؒ فرمانے لگے کہ وہ تو علماء کا مرکز ہے، میرے جیسا بے علم وہاں کیسے آسکتا ہے؟ لیکن وہ ایک مردِ مجاہد کی صدا تھی، میں اپنی اس بات کو آگے بڑھانے سے پہلے تاریخ کی روشنی میں آپ کو ایک بات بتانا چاہوں گا جس سے ہمیں اس بات کا اندازہ بھی ہوگا کہ دعا کی کیا برکتیں ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کیسے دعا کو قبول فرماتے ہیں۔

دعا کی برکت

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ راندیر کے دوسوداگر تھےایک کا نام شیخ سَدّ واور دوسرے کا نام شیخ عبدالرحمٰن تھا، یہ دونوں حضرات کپڑے کے تاجر تھے،اور تجارت کی غرض سے راندیر سے نوساری آیا کرتے تھے۔اور فجر کی نماز وہ حضرت مفتی صاحبؒ کے پیچھے ہی پڑھتے تھے،انہوں نے ایک مرتبہ فجر کی نماز حضرت مفتی صاحبؒ کے پیچھے پڑھی اور نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے،اور بیٹھ کر دعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! کاش یہ نوجوان ہمارے راندیر کی مسجد کا امام بن جائے۔اور ہمیں ان کے پیچھے نماز میں قرآنِ کریم کی تلاوت سننے کا خوب موقع ملے،اب یہاں ہمارے لئے ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ وہ کیسا پاکیزہ ماحول ہوگا کہ ایک تاجر کو نماز کا اور وہ بھی فجر کی نماز کا کتنا اہتمام تھا؟ اور قرآنِ کریم اتنا دھیان سے سنتے تھے کہ اچھا قرآنِ کریم سننے پر یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ امام ملے تو ایسا ملے، یہ بہت بڑی چیز ہے،اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسا پاکیزہ ماحول ہوگا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ آپ کو راندیر لے گئے اور جب آپ کو لے جانے کی اطلاع راندیر کے ان دونوں تاجروں کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوساری کی جامع مسجد کے صحن میں ہماری کی ہوئی دعا کو قبول فرمایا،حضرت مفتی صاحبؒ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رات کے وقت راندیر پہنچے صبح کو جب اٹھے تو حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے فرمایا کہ عبدالرحیم رات آپ ہمارے مہمان تھے۔اب آج صبح سے آپ مدرسہ کے ایک طالبِ علم ہے تو دوسرے ہی دن صبح آپ کا داخلہ راندیر جامعہ حسینیہ میں کرادیا،اور اس کے ساتھ ساتھ جیسا کہ آپنے اور حضرات سے بھی سنا کہ راندیر کی ہجیرا مسجد میں آپ کا تقرر بطورِامام کے ہوگیا۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے شرفِ تلمذ کی سعادت

چنانچہ چھ سال تک آپنے جامعہ حسینیہ میں درجۂ عالمیت کی تعلیم حاصل کی۔اسی چھ سال کے درمیان بحرالعلوم، خاتم المحدثین، امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ راندیر تشریف لائے،اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ درجۂ عربی چہارم کے طالبِ علم تھے، چنانچہ بانیٔ جامعہ حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ کے برادرِ محترم حامیٔ سنت قاطعِ بدعت حضرت مولانا حکیم ابراھیم صاحبؒ کی درخواست پر حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحبؒ کے دولت کدہ پر ہی حضرت مفتی صاحبؒ کے ہم جماعت طلباء کو آکر دو کتاب پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیریؒ سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر اور حضرت مفتی صاحبؒ کی جماعت کے دوسرے رفقاء حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حضرت مولانا حکیم ابراھیم صاحبؒ کے گھر پر جاتے تھے اور ''شرحِ وقایہ،اور نورالانوار'' پڑھتے تھے، یعنی کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔یہ بہت بڑے شرف کی چیز ہے اور بہت بڑی نسبت ہے جو حضرت مفتی صاحبؒ کو حاصل ہوئی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے چند اساتذۂ کرام کے اسماء

اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے جامعہ حسینیہ میں ہدایہ، مشکوٰۃ، دورۂ حدیث پڑھا اور درجۂ عالمیت کا مروّجہ کورس پورا کیا،اب ہم مختصراًاس چیز پر بھی نظر ڈالتے چلیں کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے جامعہ حسینیہ میں کن کن اساتذۂ کرام سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، مشکوٰۃ شریف آپ نے حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب بنگالیؒ سے پڑھی۔اور درجۂ دورۂ حدیث میں آپنے ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، نسائی، مؤطین،اور طحاوی شریف حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ سے پڑھیں،اور ترمذی شریف حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ سے اور بخاری شریف حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیریؒ سے پڑھی۔

مادرِ علمی میں آپ کا بحیثیتِ استاذِ تجوید تقرر

فضیلت کے دوسرے ہی سال بانیٔ جامعہ حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ اور ناظمِ جامعہ حافظ احمد موٹا صاحبؒ نے آپ کا تقرر بحیثیتِ استاذِ تجوید جامعہ حسینیہ میں فرمایا، اور چھ مہینہ تک آپنے مادرِ علمی جامعہ حسینیہ

میں بطورِ استاذِ تجوید کے عظیم خدمات انجام دی۔

(یہ کسی بھی طالبِ علم کیلئے بہت بڑے شرف کی بات ہوتی ہے کہ جس ادارہ میں اس نے تعلیم حاصل کی ہو وہی ادارہ اس کے فاضل ہونے کے بعد بحیثیت مدرّس اس کا تقرر فرمائیں، یہ اس کی علمی اور اخلاقی بلندی کی کھلی سند اور بڑی مضبوط دلیل ہوا کرتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ طالبِ علم اپنے پڑھنے کے زمانے میں اپنے اساتذۂ کرام اور منتظمینِ مدرسہ کی نظروں میں بڑا محبوب اور پسندیدہ تھا، اور یہاں یہ بھی دیکھیں کہ تقرر بھی وہ ادارہ فرما رہا ہے جس کی اپنی ایک مستقل علمی تاریخ ہے، تو یہ شرف بھی حضرت مفتی صاحبؒ کو حاصل ہوا جو بڑی فخر کی چیز ہے۔ مرتب)

بہر حال، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت نے مادرِ علمی میں چھ مہینہ تک خدمت انجام دی، اور یہ خدمت آپنے للہ بغیر کسی تنخواہ لئے انجام دی، حالانکہ آپ سے کہا بھی گیا کہ آپ کو تنخواہ دی جائے گی، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے اس پیشکش کو قبول نہیں فرمایا، اور فرمایا کہ میں نے اپنا انتظام خود کرلیا ہے، لہٰذا میں للہ پڑھاؤنگا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے چھ مہینہ تک للہ تعلیم دی، اور پڑھانے کے ساتھ ساتھ ہی افتاء کی تربیت اور فتاویٰ نویسی کی مشق بھی اسی چھ مہینہ میں کی۔

ایک ایسا شخص چھوڑ کر آیا ہوں کہ انشاءاللہ پورا گجرات اس سے مستفیض ہوگا

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ پر آپ کے اساتذۂ کرام کو بھی بڑا اعتماد تھا، اس کی میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، میری ملاقات ماہِ رجب میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ شاہ جہاں پوری سے کے ایک شاگردِ رشید حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کشمیری دامت برکاتہم سے ہوئی، جو دیوبند کے فاضل ہیں اور بعد میں انہوں نے جامعہ از ہر مصر میں بھی پڑھا تھا، وہ اسّی (۸۰) سال کی عمر کے ہیں اور ابھی تک الحمدللہ باحیات ہیں اور دین کی بڑی اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں، تو وہ مجھ سے ملاقات پر فرمانے لگے کہ دار العلوم دیوبند کے قیام میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ حضرت مفتی صاحبؒ کا ہمیشہ ذکرِ خیر فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں گجرات میں ایک ایسا شاگرد چھوڑ کر آیا ہوں کہ مجھے ان سے امید ہے کہ انشاءاللہ پورا گجرات ان کے علم سے مستفیض ہوگا، بلکہ یوں بھی فرمایا کہ انشاءاللہ پورا ہندوستان ان کے علم سے مستفیض ہوگا، یہ ایک دعاء تھی ایک استاذِ محترم کی ایک شاگرد کے حق میں اور اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبول فرمائی کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالمِ اسلام ان کے فیوض سے مستفیض ہوا اور انشاءاللہ تعالیٰ ہوتا رہے گا، اور اس سے آگے حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کچھ میرے استاذِ محترم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے علوم حاصل کئے تھے وہ سب کا سب میں اپنے ہونہار شاگرد حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کو دے کر آیا ہوں، اب آپ غور فرمائیں کہ ایک عظیم استاذ کی اپنے شاگرد کے بارے میں یہ شہادت بہت بڑی چیز ہیں۔

لاجپور روشن ہوا حضرت مفتی صاحبؒ کی وجہ سے

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ جب کسی کو مقبولیت دینا چاہتے ہیں تو اس کے اسباب ہوتے ہیں، کوئی بڑے ادارے سے منسلک ہوتا ہے، کسی کو بڑے شیوخ سے اجازت ہوتی ہے یا خلافت ہوتی ہے، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ کا حال دیکھئے حضرت مفتی صاحبؒ نے تعلیم حاصل کی راندیر جامعہ حسینیہ میں نہ آپ دیوبند تشریف لے گئے نہ سہارنپور گئے، نہ کسی مرشدِ کامل سے خلافت کا اظہار معلوم ہوا۔ اس کے باوجود مقبولیتِ عامہ کا یہ حال ہے کہ لاجپور حضرت مفتی صاحبؒ کی وجہ سے دنیا کہ چپہ چپہ میں روشن ہوگیا۔

خدا کی قسم ایک عارف ہی ایسی درخواست کرسکتا ہے

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضراتِ اکابرین کی نگاہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کا کیا مقام تھا؟ چنانچہ ہمارا ایک مرتبہ لکھنؤ کا سفر ہوا، اس سفر میں ہمارے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے خادم حضرت مفتی نصیب الدین صاحب مدظلہ بھی تھے، تو اس سفر میں ہماری حاضری ہوئی مفکرِ اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے پاس تو حضرت مفتی نصیب الدین صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے فرمایا کہ حضرت

مفتی صاحبؒ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کیلئے حسنِ خاتمہ کی دعا فرمائیں۔ جب یہ بات حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ نے سنی تو حضرت نے اپنا چہرہ جھکالیا یہ میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد سر کو اٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم ایک عارف ہی ایسی درخواست کرسکتا ہے عارف کے علاوہ کوئی ایسی درخواست نہیں کرسکتا۔

یہ وہ مردِ کامل ہے کہ اس کی دعائیں مجھے میدانِ محشر میں کام آئے گی

اس کے بعد ہماری حاضری ہوئی شیخ المتکلمین۔امام المناظرین، مفسرِ قرآن، داعئ اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے پاس۔ وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مفتی نصیب الدین صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور آپ سے حسنِ خاتمہ کی دعا کی درخواست کی ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جیسے ہی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے حضرت مفتی صاحب کا نام سنا تو حضرت مفتی صاحب کا نام سنتے ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ بے تحاشہ چھوٹے بچے کی طرح رونے لگے پھر کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مردِ کامل ہے کہ انشاء اللہ مجھے ان کی دعائیں میدانِ محشر میں کام آئے گی، یہ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ یہ وہ مردِ کامل ہے کہ ان کی دعائیں مجھے پلِ صراط پر کام آئے گی اور اتنا ہی نہیں ان کی دعائیں میرے لئے جنت کے دخول کا ذریعہ بنے گی، انشاء اللہ۔

دنیا میں تو ہاتھ تھام لیا ہے آخرت میں بھی ہاتھ تھام لینا

ایک مرتبہ فقیہ الامت، مفتئ اعظم ہند، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ حضرت مفتی صاحبؒ کے دولت کدہ پر راندیر تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب کو پہلے سے حاضری کی اطلاع دیدی تھی، تو جیسے ہی حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی گاڑی حضرت مفتی صاحب کے گھر پر پہنچی تو حضرت مفتی صاحبؒ گھر سے باہر نکلے اور گاڑی کے قریب تشریف لے گئے جیسے ہی گاڑی کا دروازہ کھلا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت مفتی محمود الحسن صاحبؒ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑلیا اور لے چلے آگے، تو حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ فرمانے لگے کہ حضرت یہاں تو یعنی دنیا میں تو آپنے ہاتھ تھام لیا ہے وہاں بھی یعنی آخرت میں بھی ہاتھ تھام لینا، قربان جایئے وقت کے عارف باللہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفۂ اجل کی تواضع وانکساری پر کہ حضرت مفتی صاحبؒ سے فرمارہے ہیں کہ یہاں تو ہاتھ تھام لیا ہے وہاں بھی ہاتھ تھام لینا، ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکابرینِ امت کے یہاں حضرت مفتی صاحبؒ کا کتنا بڑا مقام تھا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بڑے گوہر اور جوہر عطا فرمائے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ایک کرامت

اپنی بات کو موضوع اور ترتیب سے ہٹ کر ایک نقشہ یہ بھی آپ کے سامنے رکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو کتنے کمالات سے نوازا تھا، میری ایک بیٹی کو ہمیشہ ایک درد اور ایک تکلیف رہتی تھی جس کو ہم گجراتی میں دراز کہتے ہیں، میں نے بہت علاج کرایا لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا ایک مرتبہ جب میں حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا تو اس بچی کو بھی ساتھ لے گیا جس کو کھجلی کا درد رہتا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ میری بیٹی ہے اس کو کھجلی ہوتی ہے، علاج کے بعد کچھ دن شفاء ہوتی ہے پھر واپس ہوجاتی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے اسی وقت دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت مفتی صاحبؒ کی دعا کا یہ اثر ہوا اور ایسی شفاء ہوئی کہ اس کے بعد سے آج تک اس کا نام ونشان نہیں رہا اگر میں آپ کو دکھاؤں کہ فلاں بیٹی کو درد رہتا تھا تو آپ تصور نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے ایسی شفاء عطا فرمائی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامت کا دوسرا واقعہ

حضرات! اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بڑا مقام عطا فرمایا تھا، حضرت مفتی صاحبؒ دو چیزوں سے بڑا پرہیز فرماتے تھے، ایک پنکھے کی ہوا، اور دوسرا ٹھنڈا پانی، حضرت مفتی صاحبؒ نے پوری زندگی براہِ

راست پنکھے کی ہوانہیں کھائی، حضرتؒ کی طبیعت میں بڑی نرمی تھی، اور ٹھنڈا پانی نہیں پیتے تھے اس پر مجھے یاد آیا کہ میرا اپنا سورت صوفی باغ میں پڑھنے کا زمانہ تھا اور اس وقت بجلی کا نظام بڑا اچھا تھا بجلی کا یہ حال تھا کہ میرے پورے دوسالہ قیام کے درمیان بجلی صرف دس یا پندرہ منٹ غائب رہی، ایک مرتبہ مغرب کے بعد، اس کے بعد کبھی غائب نہیں ہوئی، اسی زمانہ کا واقعہ ہے یہ کرامت میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ میری بہن کا صوفی باغ مدرسہ میں نکاح ہونا تھا اور نکاح حضرت مفتی صاحبؒ پڑھانیوالے تھے لہٰذا نکاح پڑھانے کیلئے حضرت مفتی صاحبؒ صوفی باغ کی مسجد میں تشریف لائے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے جہاں پنکھا نہیں چل رہا تھا، اب جب نکاح پڑھانے کا وقت آیا تو حضرت مفتی صاحبؒ کو اٹھ کر وہاں آنا تھا جہاں پنکھا چل رہا تھا۔ اب جیسے ہی حضرت مفتی صاحبؒ اپنی جگہ سے اٹھ کر نکاح پڑھانے کی جگہ پر آنے لگے تو بجلی چلی گئی حالانکہ میں نے ابھی آپ کو بتلایا کہ اس زمانہ میں بجلی کا کیا حال تھا، بہر حال حضرت مفتی صاحبؒ نے نکاح پڑھایا اور نکاح پڑھا کر جیسے ہی حضرت مفتی صاحبؒ مسجد سے باہر تشریف لے گئے کہ بجلی آ گئی۔ کہنا چاہئے کہ یہ حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامت تھی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامت کا تیسرا واقعہ

حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامت کا ایک اور واقعہ یاد آیا، ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ہمارے والد صاحب دامت برکاتہم ساؤتھ افریقہ کے سفر کی تیاری فرما رہے تھے، جب حضرت مفتی صاحبؒ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ارادہ فرمایا کہ وہ والد صاحب کی ملاقات کیلئے لاجپور تشریف لائے، حضرت والد صاحبؒ کی لاجپور سے روانگی کا وقت صبح گیارہ بجے کا تھا لیکن اتفاق سے پہلے سے معینہ تاریخ سے ایک دن پہلے نکلنا پڑا، اب اس کا علم حضرت مفتی صاحبؒ کو نہیں تھا کہ والد صاحب وقتِ مقررہ سے پہلے لاجپور سے چلے گئے ہیں، حضرت مفتی صاحبؒ نے پہلے سے گاڑی والے سے کہہ رکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے تم گھر پر آ جانا چنانچہ گاڑی والا گاڑی لیکر وقتِ مقررہ پر آ پہنچا جب گاڑی والا آ گیا تو حضرت مفتی صاحبؒ اپنے گھر سے باہر نکلے گاڑی کے قریب پہنچے، لیکن پھر گاڑی والے سے کہا کہ آپ چلے جائیں مجھے نہیں جانا ہے۔ ادھر یہ ہوا تھا کہ حضرت والد صاحبؒ ایک دن پہلے ہی نکل چکے تھے اور ادھر ڈرائیور ایک دن باد گاڑی لیکر پہنچا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کو منع فرما دیا، یہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی کرامت تھی۔

حضرات! کتنے ہی ایسے واقعات ہیں اگر ان کو سنایا جائے تو رات اسی میں گزر جائے۔

من تواضع لله رفعه الله

اب میں ایک واقعہ حضرت مفتی صاحبؒ کی تواضع وانکساری کا عرض کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''من تواضع لله فقد رفعه الله او كما قال عليه الصلوٰة والسلام'' اب حضرت مفتی صاحبؒ کا اس حدیث پر عمل دیکھئے، چنانچہ احقر نے جب شروع شروع میں حضرت مفتی صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت آپ کی ملاقات کے لئے حاضری کی تمنا ہے، اور میں آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کی غرض سے حاضر ہونا چاہتا ہوں، تو حضرت مفتی صاحبؒ نے اجازت مرحمت فرما دی، چنانچہ میں راندیر پہنچا جمعہ کا دن تھا اور دن کے سوا بارہ بجے تھے، جب میں حضرتؒ کے گھر پہنچا تو حضرتؒ نے مجھ سے ملاقات کی اور کچھ گفتگو کی اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ فرمانے لگے کہ آج جمعہ کا دن ہے غسل کرنا باقی ہے اور سوا بارہ بج چکے ہے لہٰذا تم یہاں آرام کرو، میں غسل سے فارغ ہو جاتا ہوں، چنانچہ میں حضرت کے گھر کے پہلے کمرے میں آرام کرنے کیلئے لیٹ گیا، دو منٹ گذری تھی کہ حضرت مفتی صاحبؒ گدّا لے کر آئے میرے پاس گدّا رکھا اور فرمایا کہ اس پر سو جاؤ۔ چنانچہ میں اس پر لیٹ گیا، حضرتؒ پھر اندر تشریف لے گئے اور اندر سے تکیہ لیکر آئے اور مجھے تکیہ دیا تو میں شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ حضرتؒ نے تکیہ رکھا چنانچہ میں اس پر سر رکھ کر سو گیا، پھر حضرت مفتی صاحبؒ غسل فرما کر آئے اور مجھ کو اٹھایا اور ہم نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی یہ میری حضرت مفتی صاحبؒ سے شعور کے زمانہ کی پہلی ملاقات تھی، مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقتیں دیکھ کر بڑی شرمندگی ہوئی، چنانچہ پھر میں گھر آ گیا اور گھر آنے کے بعد دوسرے دن میں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت! میں بزرگوں کے

دیدار اور دعا لینے کی نیت سے آپ کے پاس حاضر ہوا تھا، لیکن آپ کی شفقت نے مجھے ایسا گھائل کر دیا کہ اب ہمت نہیں ہوتی، تو حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ عزیزم سلمہ یہ آپ جو کچھ مجھ سے دیکھ رہے ہیں یہ تو آپ کے دادا جان حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحبؒ کی مجھ پر جو شفقتیں تھیں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے، یہ واقع میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تواضع کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا تھا، کہنا چاہئے کہ آپ کی یہی تواضع اور انکساری تھی کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حدیثِ پاک کا صحیح مصداق بنایا تھا کہ ''من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام''۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے خواب کا تذکرہ

میری ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی چونکہ حضرت سے کچھ بے تکلفی ہو چکی تھی اس لئے میں کچھ اوٹ پٹانگ باتیں بھی پوچھ لیا کرتا تھا، تو ایک مرتبہ میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے کہا کہ حضرت آپ کے کچھ خواب سنائیں، پہلے تو حضرت نے تواضعاً فرمایا کہ میں اور خواب ہی کیا ہوتے ہیں؟ پھر سنانے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ بڑی قد و قامت والے اور بڑے حسین و جمیل ہیں یہ دیکھا اور اس کے بعد میں بیدار ہو گیا، اس خواب کے دیکھنے کے دو تین دن بعد میرے پاس مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ (داماد حضرت مفتی صاحبؒ اور سابق شیخ الحدیث دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر، ضلع سورت، گجرات، متوفی ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء) آئے تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے دو روز پہلے خواب میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ہے، تو مولانا ابرار احمد صاحبؒ نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمرِ نوح یعنی بڑی عمر دی جائے گی، اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہجری سن کے اعتبار سے ایک سو ایک سال (۱۰۱) کی عمر عطا فرمائی، حضرت مفتی صاحبؒ نے مجھے اور بھی بہت سارے خواب سنائیں، جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور بزرگانِ دین کی زیارت سے متعلق تھے۔ لیکن ابھی اس کی تفصیل کا وقت نہیں ہے ورنہ میں اس کی کچھ تفصیلات آپ کے سامنے عرض کرتا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی رجالِ غیب سے ملاقات کا قصہ

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حج کیلئے گیا، اور حج سے فراغت کے بعد میں مدینہ منورہ پہنچا، وہاں ایک مرتبہ میں عصر کی نماز کے بعد جنت البقیع میں حاضر ہوا اور وہاں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی، اس کے بعد میں باہر نکل آیا، جب میں باہر نکلا تو وہاں میں نے ایک سفید ریش آدمی کو دیکھا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مصافحہ کیا مصافحہ کرنے کے بعد مجھے فرمانے لگے کہ مولوی عبد الرحیم، حالانکہ وہ تو اجنبی آدمی تھے مجھ کو پہنچانتے بھی نہیں تھے، لیکن انہوں نے مجھے میرا نام لیکر پکارا اور مجھے فرمایا کہ میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ آپ اپنے ملک ہندوستان پہنچ کر قرآنِ کریم کی تعلیم کی جانب خاص توجہ دیں، تو میں نے ان سے کہا کہ میں اس کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور آئندہ بھی انشاء اللہ اس کی کوشش کرتا رہوں گا، جب وہ بزرگ وہاں سے ہٹے تو مدینہ شریف کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ میرے پاس حاضر ہوئے اور فرمانے لگے کہ جانتے ہو یہ کون تھے؟ میں نے کہا کہ میں تو ان کو نہیں جانتا میں تو ہندوستان سے آیا ہوں تو وہ لوگ فرمانے لگے کہ ''یہ رجالِ غیب ہیں'' بڑی مدتوں کے بعد برسوں میں کبھی کبھار ظاہر ہوتے ہیں، اور اللہ والوں سے ملکر چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسی مغتنم شخصیت ہمیں عطا فرمائی تھی، یقیناً ہمارے امام قاری عبد الحق دیوان صاحب نے صحیح فرمایا کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے فرمایا تھا کہ ہندوستان مردہ پرست قوم ہیں، بلکہ ہمارے ایک ساتھی ہمارے اس علاقہ کے متعلق بڑی اچھی بات فرماتے ہیں کہ ہمارے اس خطہ کا حال یہ ہے کہ یہاں انسان بزرگ بنتا ہی نہیں جب تک کہ مرتا نہیں جب انتقال کر جاتا ہے تب بزرگ بنتا ہے کہ وہ ایسے تھے ویسے تھے ڈبل پیسے تھے، تو بعد میں اسکی تعریف کریں گے زندگی میں نہیں، تو میرے بھائیو، سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اللہ والوں کو ان کی زندگی میں پہچانیں اور پہچاننے کے بعد ان کی زندگی میں ہی ان کا اتباع کریں، ان کی قدر کریں، ان کی باتوں پر عمل کریں اور ان سے خوب فیض حاصل کریں، یہ سب سے بڑی چیز ہے، اللہ ہمیں عمل

کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین

جب ہمارا کوئی محسن دنیا سے رخصت ہو تو ان کیلئے ایصالِ ثواب کرتے رہیں

محترم حضرات! حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقت اور ان کی نوازشات پوری امت پر بیشمار ہیں، اور خصوصًا ہم لاجپور والوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے، اس احسان کی تلافی بے شک ہمارے لئے مشکل ہے، لیکن ایک مؤمن کیلئے سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ جب اس کا کوئی محسن دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کے لئے دعاءِ مغفرت کریں، ان کیلئے ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ یہ بات میں نے کچھ روز پہلے بھی عرض کی تھی آج پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ گھر میں کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چند روز تو اس کے لئے ایصالِ ثواب ہے لیکن پھر اس کو ایسا بھول جاتے ہیں کہ بھول کر بھی یاد نہیں کرتے، ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ تاحیات آدمی اپنے مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کرتا رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائیں آمین۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا معمول بنالیں کہ ہم اپنے اکابر واسلاف اور رشتہ داروں کیلئے روزانہ قرآن کریم کی ایک مقدار پڑھیں اور ان کو ایصالِ ثواب کریں، اور خصوصاً حضرت مفتی صاحبؒ کو پڑھ کر بخشتے رہیں، حضرت مفتی صاحبؒ کا اہلِ لاجپور پر بہت بڑا حق ہے لہٰذا اس حق کی ادائیگی کیلئے میں آپ تمام حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس ماہِ مبارک میں (رمضان المبارک) میں ایک ایک قرآنِ کریم پڑھ کر حضرت مفتی صاحبؒ کو اس کا ثواب بخشیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین

دعائیہ کلمات

محترم حضرات! وقت کافی ہو چکا ہے، انشاء اللہ پھر کبھی موقع ملا تو حضرت مفتی صاحبؒ کے حالات پر تفصیلی گفتگو کروں گا، اب اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے جانے کو حضرتؒ کیلئے تو واقع میں خیر ہی ہے حضرتؒ کے جانے کو ہمارے لئے بھی ذریعۂ خیر بنائیں۔اور ذریعۂ خیر اس معنی میں کہ جب امت سے اکابر واسلاف اٹھ جاتے ہیں تو ان کے جانے کے بعد امت یقیناً بڑی آزمائش میں، بڑے فتنوں میں اور بڑی مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ تمام شرور وفتن سے ہم سب کی اور پوری امت کی حفاظت فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ شانہ حضرت مفتی صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں اور حضرتؒ کے درجات کو بلند فرمائیں۔جنت الفردوس میں اپنا مقامِ قرب نصیب فرمائیں۔پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اس پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین۔

تعزیت کس کو کریں؟

اور میرے بھائیوں! بات یہ ہے کہ تعزیت کریں تو کس کو کریں؟ تعزیت تو اس کی کی جاتی ہے جس کا کوئی محسن دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے یہاں تو حضرت مفتی صاحبؒ ہم سبھی کے محسن تھے، لہٰذا سبھی تعزیت کے مستحق ہیں، میں یہ کہوں گا کہ ہم سب اپنی طرف سے یہ دعا کریں کہ یا اللہ حضرت مفتی صاحبؒ کے نقش قدم پر اور ان کے نقوشِ حسنہ پر ہم سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

حضرات! مفتی صاحبؒ وہ مردِ کامل تھے کہ اپنی پوری زندگی افتاء کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی اور پوری زندگی آپنے تقویٰ، احتیاط اور عاجزی وانکساری والی گزاری، حضرت مفتی صاحبؒ کے تقویٰ واحتیاط اور عاجزی وانکساری کے بہت سے واقعات ہیں، لیکن چونکہ اس کے بیان کرنے کا ابھی وقت نہیں ہے، اس لئے آپ سے وعدہ ہے کہ انشاء اللہ پھر کبھی ان واقعات کو تفصیل سے عرض کروں گا۔

موجودہ اکابرین کی قدر کریں

دیکھیں! ہم نے بڑے بڑے بزرگوں کے نام سنے ہیں، مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، محدثِ عصر علامہ انور شاہ کشمیری، برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہ وغیرہ، لیکن ہم نے ان کو دیکھا نہیں، اب میں آپ سے یہ کہونگا کہ اب تو ہمارے لئے ہمارے دور میں جو اکابرین اور جو علماء وصلحاء ہیں وہی ہمارے لئے حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مدنیؒ ہیں کیونکہ اب کوئی حضرت تھانویؒ اور حضرت گنگوہیؒ اپنی قبروں سے اٹھ کر آنیوالے نہیں ہیں اس لئے خوش نصیب ہے وہ اشخاص کہ جو موجودہ اکابرِ ملّت کی قدر کرلیں۔اور ان کے علوم وفیوض سے

مستفیض ہواور ان سے فائدہ اٹھائیں، اللہ تعالیٰ شانہ ہمیں موجودہ تمام اکابرین کی قدردانی کی توفیق نصیب فرمائیں اور جولوگ دنیا سے جا چکے ہیں خصوصًا حضرت مفتی صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ اپنی شایانِ شان بہترین معاملہ فرمائیں، بس اس پر میں اپنی آج کی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

وآخردعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین

مرثیہ کلام (۱)

پیش کردہ: الحاج احمد صالجی لاجپوری دام ظلہ

مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے

رو رہے ہیں مسلماں سارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
مؤمنوں کے دل کے ستارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
سینکڑوں سال کے بعد   ایسا دیدہ ور ہوتا ہے پیدا
وہ تھے مفتیِ اعظم ہمارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
جو رکھتے تھے ان سے عقیدت   آج ہے ان کے دل پر قیامت
کیوں نہ ہو لب پہ غم کے ترانے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
خدمتِ خلق سے منہ نہ موڑا   دامنِ صبر بالکل نہ چھوڑا
دن غریبی کے ہنس کر گذارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
کیا کہوں مفتیِ اعظم تو کیا تھے ؟   خاص پابندِ صبر و رضا تھے
دن توکل پہ رکھ کر گذارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
جب نمازے جنازہ پڑھا کر   اور چلے لوگ میّت اٹھا کر
کوئی بھی بیٹھے ان کی جگہ پر   پر وہ خوبی نہ ہوگی میسّر
یاد آئیں گے جب یہ نظارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
یا خدا یا خدا واسطہ عالی حضرت   دی جیو مرحومِ ملّت کو جنّت
کی جیو رحمت کے اشارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
جب گئے قبر میں اتارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
خوش ہو جس کی روحِ منوّر   پڑھ کے تم مفتیِ اعظم کو اندر
بخشو قرآن کے تیس پارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے
رورہے ہیں مسلماں سارے   مفتیِ اعظم جہاں سے سدھارے

مرثیہ کلام (۲)

پیش کردہ: مولانا محمد سلیم صاحب مدظلہ

زمانے میں تھی جس کی شہرت دوامی

زمانے میں تھی جس کی شہرت دوامی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

انہی کی یہ آمد کے فیض و اثر سے
کہ چمکا ہے راندیر ان کی نظر سے

وہ خلقِ مجسم محبت کا حامی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

وہ عاشق خدا کا محمدؐ کا عاشق
وہ قرآں کا عاشق حدیثوں کا عاشق

وہ علمِ مجسم وہ صبرِ تمامی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

وہ کہ جن کا بچپن اور پیرانہ سالی
اسی دین کو وقف جن کی جوانی

وہ حسنِ سراپا وہ ہم سب کا حامی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

وہ سادہ مزاجی اور گمنامی
وہ خندہ پیشانی اور نیک نامی

ہمہ وقت چہرے پہ تھی شادمانی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

پوری صدی تک کی خدمت لوگوں کی
زباں پر کبھی کوئی شکایت نہ آئی

کہ عاشق تھی جن کی یہ ساری گدائی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

سکوں لے سکا نہ جو لوگوں کی خاطر
رہا عمر ساری وہ ذاکر و شاکر

تیرے دم سے تھی باغِ عالم کی شادی
تیری ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

یہاں ان کا آنا اور آکر کے جانا
کیا منظر تھا سلیم وہ منظر سہانا

نہیں اب وہ صورت تیری پیاری پیاری
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

مدرسہ و استاذ و طلباء بھی سارے
تم ہی کو پکارے تم ہی کو پکارے

امیر و غریب تیرے در کے بھکاری
تیری ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

ہمیں چھوڑ کر تم کہا ں چل دیئے ہوں ؟
نہیں دل بہلتا اب ہمارا کسی سے

منور تم ہی سے تھی دنیا ہماری
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

یتیم ہم ہوئے کوئی ہم کو سنبھالے
ہمیں کوئی اٹھائے ہمارا ہو حامی

روحانی پدر چل دیئے در باقی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

سبھی کی زباں پر یہ اسم گرامی
اے مفتی رحیمی اے مفتی رحیمی

ہر ایک کے لبوں پر تیری ہی کہانی
تیری ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

خدا کی ہزاروں ہو رحمت تم پر
خدا کے کروڑوں ہو لطف تم پر

خدا ان کے روضہ کو کردے نورانی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

خدا اس چمن کو بھی آباد رکھے
اسے ہر طرح سبز و شاداب رکھے

کہ اس میں نہیں اب تجھ سا کوئی مالی
تیری ذات تھی ہم سب سے نرالی

زمانے میں تھی جس کی شہرت دوامی
وہ ایک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی